گلزارِ اولیا، جناب اہلیۂ مولوی عبد القادر صاحب مرحوم سابق رجسٹرار حیدر آباد دکن نے متعدد بزرگون اور برگزیدون کے اخلاقی واقعات اور اقوال اس کتاب مین یکجا کئے ہین، ان کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہین، تالیف سے زیادہ اس کتاب کی طباعت کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ قدیم طریق پر ہاتھ سے بنائے ہوئے کاغذ پر چھپی ہے، چار آنہ کے ٹکٹ بھیجنے پر یہ کتاب اس پتہ سے ملیگی۔

نصیر الدین صاحب ہاشمی، کٹلمنڈی، حیدر آباد دکن،

العقد المنضّد، شام کے ایک شاعر خلیل مطران (غالباً عیسائی) نے عربی مین ایک قومی نظم لکھی تھی، جو قاہرہ کے مختارات الزہور مین چھپی تھی، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے عربی پروفیسر شیخ عبد الحق حقی، اعظمی، البغدادی نے اسکی تخمیس کی ہے، اور اب اسکو مطبع الہلال مصر سے چھپوا کر شائع کیا ہے۔

اس نظم کا تخیل یہ ہے کہ ایک ترقی طلب قوم تمامتر اپنے حرکات، جذبات، اور ارادات مین ایک بچہ کے مانند ہوتی ہے، وہ عجیب عجیب خواب دیکھتا ہے، اپنے ننھے ننھے ہاتھون سے وہ چاند کو پکڑ لینا چاہتا ہے، لیکن فطرت اسکو اسکی جذبات و ارادون کے مطابق نہین، بلکہ بڑے صبر آزما طریق سے رفتہ رفتہ اور بتدریج اسکو قوت و طاقت بخشتی ہے، اور آخر وہ جوان ہو کر اپنے خواب کی تکمیل کرتا ہے، اسی طرح ایک ترقی طلب قوم جو ابھی آزادی کے رتبہ کو نہین پہنچی ہے، اسکو دفعۃً نہین بلکہ آہستہ آہستہ اپنے منازل کو طے کرنا پڑیگا۔

نظم کے اس سادہ نقشہ مین رنگ بھرنا ناظرین کے لئے نہایت آسان ہے، اور یہ کام ہم انہین پر چھوڑتے ہین، اور صرف یہ کہنا چاہتے ہین کہ ساحران یورپ کے سحر سیاسی کا یہ پہلا منتر ہے جو ہر نئے ملک مین پھونکا جاتا ہے، والعیاذ باللہ منہ۔

گلابی اردو، کے نام سے اکتوبر مین جس رسالہ پر ریویو کیا گیا ہے، اسکی قیمت [illegible] ہے، اور نقیب پریس بدایون سے ملیگا۔

عدد ششم	ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء	مجلد ہشتم

مضامین

شذرات

ماہ گذشتہ مین ایم، مہدی حسن ("افادی الاقتصادی") کا انتقال، ادبیات اُردو کے لئے ایک سخت حادثہ ہوا، مرحوم ایک سحرنگار ادیب اور ایک خاص طرز انشاء (اسٹایل) کے موجد تھے، معارف کے افق پر یہ برق ایک سے زاید بار چمکی، اور یقین ہے کہ ناظرین کے دلون مین "شبلی سوسائٹی" اور "معاصرانہ چشمک" کے لکھنے والے کی یاد ابھی بالکل تازہ ہوگی، مرحوم کو مولانا شبلی کی ذات، انکی تصانیف، اُنکے تلامذہ، اور انکی یادگار کی چیزون، سب سے گہرا تعلق تہا، اسی لئے وہ معارف کو بھی بہت عزیز رکہتے تھے، اور دار المصنفین کی مجلس انتظامی کے رکن تھے، ادب و انشاء کا ایسا ذوق سلیم رکھنے والے افراد مدتون مین پیدا ہوتے ہین، افسوس ہے کہ ۲۲ نومبر کو یہ ماہتاب کمال پیوند خاک ہوگیا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون،

کانگرس ورکنگ کمیٹی کے اس فیصلہ کی تائید یقیناً ہر محب وطن کریگا کہ آیندہ سے "قومی پارلیمنٹ" کی تمام کاروائیان حتی الامکان "ہندوستانی زبان مین ہوا کرینگی، اور تحریرین بھی علی العموم اسی زبان مین اُردو و ناگری خطون کے ساتھ شایع ہوتی رہین گی، ملکی حکومت کی پہلی شرط ملکی زبان ہے، افسوس ہے کہ برطانوی مدبرین سوڈیڑھ سو برس کے تجربہ کے بعد بھی اتنی موٹی بات نہ سمجھ سکے، یا قصداً اُس سے بے اعتنائی کرتے رہے، دنیا مین کوئی شے شر محض نہین، انگریزی تعلیم سے جو فواید ملک کو پہنچے، ان سے انکار نہین،

لیکن ملکی زبانون کو پامال کرکے ایک اجنبی زبان کو حاکم بنا دینے کا جواز خدا معلوم کس عقل، کس شریعت، اور کس ضابطۂ اخلاق سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟ مقام مسرت ہے کہ کانگرس کمیٹی نے اس نکتہ کو اسقدر جلد سمجھ لیا، اور تمام ملک کی ایک مشترک زبان ہندوستانی باضابطہ تسلیم کرلی۔

ہماری مسرت یقیناً بہت زاید ہوتی، اگر وحدت زبان کے ساتھ وحدت رسم الخط پر بھی مہر استناد لگادی گئی ہوتی، لیکن اس راہ مین جو دشواریان ہتین، ان کے لحاظ سے دو تحریری خطون کے قائم رکھنے کی ہی تجویز نہایت مناسب ہوئی، امید ہے کہ اگر تعصبات اور غلط فہمیون کو دخل نہ دیا گیا تو اردو رسم الخط کی سہولتین اور خوبیان رفتہ رفتہ سارے ملک کے ذہن نشین ہوتی جائنگی، اور ایک روز فرزندان وطن اسی کے مشترک رسم الخط ہونے پر متفق ہوجائین گے، اسوقت تک کے لئے کوئی مضایقہ نہین، اگر بجاے توحید کے "ثنویت"، ہی کا عقیدہ رکہا جائے، جو احباب اسمین شبہہ کرتے ہین کہ ایک ملک مین دو رسم الخط پہلو بہ پہلو عملاً بھی چل سکین گے، انہین معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا مین بعض ملک ایسے ہین جنکی مادری زبانین ایک وقت مین ایک سے زاید موجود ہین، اور کاروبار مین کوئی دقت نہین ہوتی، سوئیزرلینڈ کا ملک ایسا ہے جو اپنی کوئی ایک مخصوص زبان نہین رکہتا، سرکاری زبان جرمن ہے لیکن ملک کی ایک بڑی آبادی فرنچ و لاطینی زبانین بھی بولتی ہے، اور یہ تینون زبانین "مادری زبانین" سمجھی جاتی ہین، سرکاری کاغذات، اعلانات، فرامین وغیرہ جرمن و فرنچ دونون زبانون مین شایع ہوتے ہین، اور قومی پارلیمنٹ مین ارکان ان دونون زبانون مین تقریر کرسکتے ہین، غرض ہندوستان مین بھی دو رسم الخط بلا دقت چل سکتے ہین، بشرطیکہ (اور یہ شرط نہایت اہم ہے) فریقین خلوص، دیانت، ورواداری کو ملحوظ رکہین، اردو و رسم الخط دونون، ہندوؤن اور مسلمانون کے ارتباط و اتحاد کی یادگار ہین، ان کا قائم رکہنا ہندو مسلم اتحاد کا سب سے بڑا اور مستحکم ضمانت نامہ ہے۔

ہندوستان کی حکمران قوم کو ہندوستان کی زبان سے آج جو مغائرت و بیگانگی ہے وہ اُسوقت بہت زیادہ حیرت انگیز ہو جاتی ہے، جب یہ حقیقت پیش نظر رکھی جاتی ہے کہ آج سے سو، سوا سو برس پہلے انگریزون اور دوسرے فرنگیون کو اسی "پست وحقیر" زبان اُردو کے ساتھ غیر معمولی شغف وانغماس تھا اسوقت بڑے سے انگریز یہی نہین کہ خود اُردو سیکھتے تھے، بلکہ اردو زبان، ادب وشاعری کی سرپرستی کرنا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے تھے، مصارف کثیر برداشت کرکے اردو مین ترجمہ کراتے تھے، اور خود اردو صرف ونحو ولغت پر محققانہ تالیفات کرنے مین اپنی عمرین صرف کر دیتے تھے، گلگرسٹ، ٹیلر، رچرڈسن، ڈی ٹاسی، شیکسپیر وغیرہ نے اٹھارہوین صدی عیسوی کے خاتمہ اور انیسوین صدی کے آغاز مین جو احسانات اردو پر کئے ہین، اُن سے قیامت تک سبکدوشی نہین ہو سکتی، انیسوین صدی کے وسط تک بھی فیلن، لاٹیز، ہالرائڈ وغیرہ کے سے اصحاب ذوق اور اردو کی واجبی قدر کرنیوالے افراد، حکمران قوم مین پیدا ہوتے رہے، لیکن آج؟ آج ہندوستان کے سارے طول وعرض مین چند ایسے فرنگیون کا بھی وجود دکھایا جا سکتا ہے جو اس ملک کی زبان سے ماہرانہ واقفیت یا گہرا ذوق رکھتے ہین؟ خدانخواستہ کہین اس بے اعتنائی وبے پروائی کا محرک استحکام حکومت کا جذبۂ غرور تو نہین؟ سُنتے ہین کہ جو لوگ بے زبان جانورون کو پالتے اور اُن سے کام لیتے رہتے ہین، وہ بھی انکی زبان سے امکان بھر واقفیت حاصل کر لیتے ہین، ممکن ہے "عقل فرنگ" نے باشندگان ہند کو بے زبان جانورون سے بھی زیادہ بے زبان سمجھ لیا ہو!-

---

غالباً بہت کم اشخاص کو اسکا علم ہوگا کہ اس دور مین متعدد فرنگی ایسے گذرے ہین جو اُردو نثر، صرف، نحو، ولغت تو الگ رہی، اُردو نظم مین بھی ایک بڑی حد تک در آئے تھے، یہ لوگ اُردو مین شعر کہتے تھے، اور اپنے وقت کے کسی استاد سے باقاعدہ اصلاح لیتے تھے، چنانچہ بعض تذکرون مین

ان حضرات کے اسماء مع نمونۂ کلام محفوظ ہین، ایک صاحب کا تخلص اسفان تھا، نام کی تحقیق نہ ہوئی، تذکرۂ شیفتہ مین ہے:-

"غالباً نامش ہم ہمین باشد، نصرانی بودہ، اصلش از فرنگ وولادتش بہ ہندوستان اتفاق افتادہ" (گلشن بیخار صفحہ ۲۳)

اور ان کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے ؎

خط کا یہ جواب آیا جو لکھا کبھی پھر خط
کر ڈالونگا اکدم مین ترے اُن کے پُرزے

اسی طرح ایک صاحب بہادر "صاحب" تخلص فرماتے تھے، جنکا پورا نام مع القاب مظفر الدولہ ممتاز الملک نواب ظفریاب بہادر خان تھا، یہ شمرو فرانسیسی کے صاحبزادہ، اور دلسوز کے شاگرد تھے، نوجوانی مین رحلت کر گئے، اُنکے یہ دو شعر محفوظ رہ گئے ہین،

نظر آیا مجھے شب بام پہ پیارا اپنا
بارے اب کچھ ہے بلندی پہ ستارا اپنا

ہے زلف حلقہ زن خط دلبر کے آس پاس
یا اژدہا ہے فوج سکندر کے آس پاس

ایک اور فرنگی شاعر طوماس تخلص رکھتے تھے، غالباً ٹامس نام ہو، شاہ نصیر کے شاگرد تھے، انکا یہ شعر ہے،

سودا ہے زلفِ یوسفِ ثانی کا اسقدر
روتے ہین ہم کھڑے سر بازار زار زار

تذکرۂ گلشنِ بیخار مین دو اور "نصرانی" شاعرون، اسیر وفراسو کا بھی ذکر درج ہے، معلوم نہین، یہ لوگ خالص فرنگی تھے یا اسی ملک کے مسیحی باشندے تھے، بہرحال اردو کی مقبولیت کی شہادت دونون صورتون سے نکلتی ہے، ایک اور صاحب مسٹر والر نامی تھے، اُنکے متعلق تذکرہ فرح بخش مطبوعہ ۱۲۸۸ھ مین یہ تصریح موجود ہے:-

"متوطن شہر لندن، انگریز، شہر کلکتہ مین تھے، زبان اُردو خوب بولتے تھے، شعر بھی کہتے تھے، یہ انکا کلام ہے"، (صفحہ ۷۶)

اسکے آگے انکی ایک پوری غزل درج کی ہے، جسکے ابتدائی دو شعر یہ ہین،

رُخ شعلہ ہے، تن نور ہے، بلّور کی ہڈّی — کیون رشک سے تیرے نہ جلے حور کی ہڈّی

او طالبِ دنیا تجھے عبرت نہین آتی — کھائی دہنِ خاک نے فغفور کی ہڈّی

ان واقعات کے تذکرہ سے مقصود اصلی تو اس انقلاب روزگار کو دکھانا تھا کہ کل تک جو اغیار نیاز بنا چاہتے تھے، آج کسقدر اجنبی و بیگانہ ہو گئے ہین، اور اس بیگانگی سے خود اپنے ہی مقاصد کو نقصان پہنچا رہے ہین، لیکن ضمناً ایک سوال بھی ذہن کے سامنے آجاتا ہے، فرنگی شاعرون کے کلام کا جو نمونہ اوپر درج کیا گیا، ٹھیک اُسی طرز کا ان کا دوسرا کلام بھی ہے، ان حضرات مین بعض وہ تھے، جنکی ولادت بھی ہندوستان مین ہوئی، اور ایسے تو سب تھے جنکی عمرین ہمارے ہان کے اہل زبان بزرگون کے درمیان گذرین، بااین ہمہ انکی پرواز شاعرانہ اُس پست سطح سے جسکی جھلک اوپر کے کلام مین نظر آگئی ہے، بلند نہ ہو سکی، لیکن جن فرزندان و دختران ہند نے بغیر اہل زبان انگریزون کی صحبت سے کامل استفادہ کئے انگریزی زبان مین فکر سخن کی ہے، کیا ان کا معیار بھی اسیقدر پست رہا ہے؟ اسکا جواب ٹیگور، ہرندرناتھ چٹوپادھیا، مسز نائیڈو، ومس تارادت، نظامت جنگ و محمد علی کی زبان دے سکتی ہے۔

شاہزادہ ولیعہد بہادر اسوقت سیاحت ہند مین مصروف ہین، اس سیاحت کے سیاسی پہلو سے یہان غرض نہین، البتہ اسکے اس پہلو پر دو لفظ کہتا ہون، جسکا تعلق عام انسانیت و اخلاق سے ہے، شاہزادہ ممدوح جس مقام پر جاتے ہین وہان شاہانہ ضیافتین تناول فرماتے ہین، روشنی آتشبازی وغیرہ سے محظوظ ہوتے ہین، فوج اور فوجی اشخاص کا معاینہ کرتے ہین، شکار کھیلتے ہین، بعض سرکاری

و نیم سرکاری جماعتون کو شرف باریابی بخشتے ہین، اور پولو، گھوڑ دوڑ، اور مدارس کے کھیل کود کے جلسون کو اپنے قدوم سے مشرف کرتے ہین، ممدوح کے دورہ مین ایک مقام اجمیر بھی تھا، یہان ایک دن قیام رہا، بارہ دری مین نزول اجلال، میو کالج کا معاینہ، والیان ریاست سے ملاقات، میو کالج کے ایڈرس کا جواب، منوسپلٹی کے ایڈرس کا جواب، بوا ے اسکاوٹس کا معاینہ، یہ تمام مشاغل اپنے اپنے وقت پر انجام پائے، لیکن اس شہر مین ایک روضہ بھی ہے، جسمین ایک زندۂ جاوید ہستی کا جسد خاکی مدفون ہے، جسکا سنگِ در کروڑون انسانی نفوس کا مرکز ہے، اور جسکی پرخلوص عقیدت صرف مسلمانون ہی کے نہین بلکہ دوسرے مذہب والون کے بھی تعداد کثیر کے قلوب مین اسقدر راسخ ہے جو کسی دنیوی بادشاہ کو نصیب نہین ہو سکتی، یہ وہ آستانہ ہے جسکی زیارت کے لئے ہندوستان کے شاہان عظام دہلی سے اجمیر تک صدہا میل کی مسافت پا پیادہ طے کرنا اپنے لئے باعث فخر و اعزاز سمجھتے تھے، کیا اس درگاہ مین حاضری دینا یا کم از کم اپنے جوابی ایڈرس مین اسکا تذکرہ کرنا ولیعہد بہادر کے اجلال مرتبت کے کچھ بھی منافی تھا؟۔

شہزادہ کے جوابی ایڈرسون مین اجمیر کی قدامت کا ذکر ہے، اسکی تاریخی عظمت کا اعتراف ہے، اسکی سیاسی مرکزیت و اہمیت کی تصریح ہے، اسکی خوش سوادی کی تعریف ہے، میو کالج کی عمارتون کی مدح و ثنا ہے، اسکے طرز تعلیم کی ستائش ہے، اسکے اشتیاق دید کا اظہار ہے، یہ سب کچھ ہے، لیکن خواجہ اجمیر اور اُنکے مرقد مبارک کی بابت سرسری اشارہ تک نہین! ولیعہد بہادر اپنے زبردست والیان ریاست کے لڑکون سے ملے، اُنکی تعلیم گاہ مین گئے، انکو انعامات تقسیم کئے، انکی جانب سے ایڈرس قبول کیا، یہ سب کچھ ہوا لیکن ایک پُر عظمت روحانی تاجدار کی آرام گاہ تک جانے کا وقت اُنکے پروگرام مین نہ نکل سکا!۔

ظاہر ہے کہ شاہزادہ خود اپنا پروگرام نہین مرتب کرتے، اور نہ اپنے ہاتھ سے ایڈریسون کا مسودہ تیار کرتے ہین، یہ کام ان کے مشیرون کا ہوتا ہے، ان روشن خیال بزرگون کے نزدیک کسی درگاہ کی حاضری یقیناً ایک ناقابل عفو جہالت، تاریک خیالی ووہم پرستی کی مثال ہوتی، لیکن کہین اُسکی تہ مین یہ سبب مخفی تو نہین کہ داعیٔ حق کے قرب وصحبت کے تحمل کا ظرف موجود نہ تہا؟ اہل حق اپنے اندر ہیبتِ حق رکہتے ہین، اسکا متحمل ہونا ہر کس وناکس کا کام نہین ہوتا، آج سے ساڑہے تیرہ سو سال پیشتر دنیا کا سب سے بڑا داعیٔ حق جب مکہ کی گلیون مین اپنے پیام کی منادی کرتا پھرتا تہا، تو اسوقت کے بہت سے روشنخیال ارباب جاہ ووجاہت اپنے منہ دوسری جانب پھیر لیتے تھے، یا دور ہی سے راستہ کترا کر نکل جاتے تھے، کہ کہین ایک "ساحر" و "مجنون" کی صدائین اُنکے توازن دماغی کو برہم نہ کردین، آفتاب کی ضیا پاشی کو ہم آپ باعثِ برکت قرار دین لیکن کیا عالم حیوانات کی ہر نوع اُسکی تصدیق کے لئے تیار ہوگی؟

ٹیگور نے پچہلے دنون جو چند مضامین سیاست حاضرہ پر تحریر کئے، اور ان مین گاندہی جی کی بعض تجاویز سے اختلاف کیا، اسپر بعض حلقون مین بڑی مسرت کا اظہار ہورہا ہے، اور ٹیگور کو گاندہی کا بالکل مخالف قرار دیا جارہا ہے، حالانکہ دونون مین اصولاً مطلق تناقض نہین، دونون طبیب حاذق ہین، مرض کی تشخیص پر دونون متفق ہین، البتہ طریق علاج دونون کا جداگانہ ہے، ایسی صورت مین مریض کو دونون مین سے ہر ایک کے تجویزہ علاج سے شفاء کامل کی توقع رکہنا چاہیئے، البتہ شرط یہ ہے کہ علاج کسی کا بھی ہو، معالج کے تبلائے ہوئے پرہیز اور ہدایات پر عمل پوری پابندی کے ساتھ ہو، اہل طریقت کے ہان جذب وسلوک، سکر وصحو دونون اپنی اپنی جگہ پر نفع بخش ومؤثر تاثیر ہین لیکن یہ کیسی دیدہ دلیری ہوگی اگر کوئی دنیا پرست ان دونون کو متناقض قرار دیکر ان پر محاکمہ کرنے لگے، عارف رومی نے ایسے ہی لوگون کو مخاطب کرکے ارشاد کیا ہے

اے کہ نارستہ ازین فانی رباط ؎ تو چہ دانی صحو وسکر وانبساط

مقالات

خلافتِ عثمانیہ

اور

دنیاے اسلام

(۲)

بہرحال سلطان سلیم نے دنیاے اسلام کو یورپ کے ہلکۂ عظیم سے بچانے کے لئے اور تمام اسلامی [ممالک] کو ایک نقطۂ اتحاد پر جمع کرنے کے لئے جو کام اُٹھایا تہا وہ اس حد تک انجام پا چکا تہا کہ ترکمانون، [کر]دون، اور مملوکون کی چھوٹی چھوٹی ریاستین ٹوٹ کر ایک بڑی سلطنت مین منضم ہوگئین اور اسطرح عراق [و] شام ومصر وعرب اسلام کے اصلی عناصر اب ایک طاقتور خلیفۂ اسلام کے زیر تصرف آگئے،

یورپ کے صلیبی نبرد آزماؤن کے مقابلہ کے لئے تنہا بری فوج ناکافی تہی، زیادہ ضرورت بحری [ف]وج اور جہازون کے بیڑون کی تہی، چنانچہ سلطان سلیم اور سلطان سلیمان کی ہمت سے یہ مہم بھی سر ہوئی [او]ر سلطنت عثمانیہ کے ماتحت دنیا کا ایک عظیم الشان بیڑہ ترتیب پاگیا، جسکے جہازات ایک طرف [با]سفورس کے ساحل سے چل کر بصرہ اور سورت پر آکر دم لیتے تھے، تو دوسری طرف بحر اٹلانٹک سے [لیک]ر شمالی افریقہ کے کنارون پر لنگر انداز ہوتے تھے،

فضل الٰہی جب کسی قوم کے شامل حال ہوتا ہے تو خود بخود ضرورت کے آدمی اس قوم مین پیدا ہونے لگتے ہین، خیرالدین باربروسہ، طرغوت پاشا، سنان پاشا، سلیمان پاشا، پیری رئیس، سیدی علی [ر]ئیس پاشا وغیرہ ترکی امیر البحر پیدا ہوگئے، جنہون نے ہندوستان کے ساحل سے لیکر تونس کے کنارون تک

تمام دریاؤن اور سمندرون کے گوشہ گوشہ کو ناپ ڈالا،

یاد ہوگا کہ آغاز مضمون مین مسیحی حملہ آورون کے چوطرفہ حملون کا ذکر کیا تہا،

(۱) بحر روم اور اٹلی کے بقیۂ صلیبی مجاہدین جنھون نے روڈس، سائپرس، مالٹا، وینس اور جنیوا کو اپنا مرکز بنا رکہا تہا، خصوصاً روڈس، سائپرس، اور مالٹا کے سپاہی جو نائٹس آف سینٹ جان کے لقب سے ملقب تھے، اور جنکی شب و روز زندگی کا مقصد ہی مسلمانون کا قتل و غارتگری تہا، اور جنکو تمام دنیاے مسیحیت اور خصوصاً یورپ کے خزانہ سے برابر گران بہا امدادین ملتی رہتی تہین، اُنکے جزیرے قلعہ بند اور مضبوط اور توپون سے مسلّح تھے، اور جہازات کا بیڑہ اپنے پاس رکھتے تھے،

(۲) اسپینی جو اندلس کو تباہ کرکے شمالی افریقہ کی اسلامی ریاستون کو ایک ایک کرکے نگل رہے تھے، اور طرح طرح کے ایسے عذابون سے کلمہ گویان توحید کو ہلاک کر رہے تھے، جنکے بیان مین مسیحی مورخین کو اب بھی رحم آجاتا ہے،

(۳) پرتگالی جو مراکش کے سواحل کو برباد کرکے مشرق مین عرب اور ہندوستان کے سواحل کو تاخت و تاراج کر رہے تھے،

(۴) روسی جو تاتاری ریاستون کو ایک ایک کرکے ہضم کر رہے تھے،

سلطان سلیم اور اسکے بیٹے سلیمان اعظم اور اسکے پوتے سلیم ثانی نے دنیاے اسلام کو ان چوطرفہ حملون سے بچانے کے لئے اپنی بہترین قوت صرف کردی، اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھین خود مسیحی مورخین کے بیان پر نظر ڈال لینا چاہیئے کہ اسوقت مسیحی دنیا مسلمانون کی خون آشامی کے لئے کیونکر اور کس طرح تیار تھی، "تاریخ عالم" کے مورخین اس عہد کا نقشہ ان الفاظ مین کھینچتے ہین:-

"۱۵۲۰ء تا ۱۵۶۶ء کا زمانہ نہ صرف تاریخ عثمانیہ کے لئے بلکہ تاریخ عالم کے لئے ایک اہم ترین دور ہے، عالم مغرب کی مسیحی حکومتین ابھی ابھی فیوڈل خطرے سے نکلی ہین، انھون نے اپنے ذرائع مضبوط، اور اپنی

قوتین مستحکم کرلی ہین، اب یہ تمام قوتین اس دور سے جسکو ہم عہد متوسط کے نام سے موسوم کرتے ہین، زیادہ قوت برداشت کے اظہار، اور منظم قبضہ غاصبانہ کی ترکیبون کے عمل کے لئے تیار ہین،

اس عہد کے آغاز کے وقت (سنہ ۱۵۱۲ء) تقریباً چالیس سال گذر گئے تھے کہ آل عثمان وسطی و مغربی یورپ کی سلطنتون سے برسر پیکار رہے، مگر دور بایزید ثانی کے وقت مین یہ یورپین جنگین عالم مسیحی کی چھوٹی چھوٹی حکومتون کے خلاف جاری رہین، اور اُسکے بیٹے سلیم کا تمام زور اسلامی اقوام کی فتوحات مین خرچ ہوا۔

ان دو سلاطین کے عہد حکومت مین یورپ کی تمام موجودہ حکومتین طفولیت سے نکل کر میدان بلوغت مین داخل ہو چکی ہین، اسپین نے اپنے ملک سے آخری اسلامی آثار بھی نکالدیئے تھے، اور تمام مسیحی ریاستون کو متحد کرکے ایک سلطنت بنالی تھی، فرانس نے اپنے تین جنگجو بادشاہون، چارلس ہشتم، لوئس دوازدہم، اور فرانسس اول کے ماتحت ان غیر مطمئن اور منتشر قوت کو جنکو لوئس یازدہم نے مجتمع کیا تہا، ممالک غیر پر قبضہ کرنے مین صرف کرنا سیکھ لیا تہا، انگلستان اور اسٹوڈی خاندان کی حکومت مین بھی اسی قسم کی مرکزی و اجتماعی ترقیان شروع ہوگئی ہین علاوہ ازین جہان پندرہوین صدی کے اختتام پر ان فنون کو جو عالم مسیحی کے مختلف اقوام کے خزانہ کو آراستہ و مالامال کرتے ہین، ایک بے مثال و لاجواب عروج حاصل ہوا تہا، وہان فن حرب بھی بہت زیادہ ترقی کر گیا تہا، اب بڑی بڑی مسلّح اور مرتب فوجین مستقلاً رکھی جاتی ہین، آتشین اسلحہ کی صنعت اور خصوصاً توپون کی بناوٹ اور استعمال کو لوگ اچھی طرح سمجھ گئے تھے، اور یہ چیزین اکثر کام مین لائی جاتی ہین، اور ماہر فن و باہمت افسرون کا ایک اسکول قائم ہوگیا تہا، جسمین لوگ فن جنگ مین قرطبہ کے گون سلوو کے "گریٹ کیپٹن" کے طرز پر تعلیم پاتے تھے، پندرہوین صدی کے اواخر اور سولہوین صدی کے اوائل مین جبکہ دور متوسط عہد موجود سے منقلب ہوتا ہے،

نہ صرف فرانس و اسٹریا کی اطالیہ کے لئے رقیبانہ جنگ ہی ایک اہم شے ہے بلکہ دوسرے اور بہت سے واقعات بھی اس زمانہ کو ممتاز بناتے ہین، یہ تمام واقعات جنگ و جدال ہی سے متعلق نہین ہین، بلکہ یہ وہ واقعات ہین جنھون نے نہایت مضبوط اور موثر بہادری عالم مسیحی مین پیدا کردی اور اسلامی قوتون کے مقابل مین اُنکو اور زیادہ طاقتور و قوی تر بنا دیا۔

مشرقی جزائر اور نئی دنیا مین اسپین و پرتگال کے عظیم بحری انکشافات و فتوحات، علوم قدیمہ کا احیاء، ادبیات جدیدہ کا طلوع منور، فن طباعت کی وجہ سے روشنخیالی، مباحثہ اور معلومات نو کی ترقی، ان تمام کی تمام چیزون نے عالم مسیحی کی رُوح کو زیادہ اور بلند تر ہونے مین مدد دی، تاکہ اُن کے جذبات زیادہ باہمت ہون اور وہ عمل کے وقت تحمل مصائب اور برداشت مصائب کے لئے زیادہ تیار رہین، اسکے علاوہ دوسرے ایسے اسباب بھی موجود تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ اہل فرنگ کی یہ نئی قوت اسلامی ممالک کے فتوحات مین کام آئیگی، کیونکہ اس عہد مین بھی مذہبی جوش عام اور تیز تھا، بحری سیاحون کی محنت، فیلسوفون کی جد وجہد، طلبا کی مساعی، مدبرین کی دماغ سوزی اور سپاہیون کی جانبازی، سب کی سب صرف اسی مقصد وحید یعنی عروج صلیب کے لئے تھین، جہان ایک طرف کولمبس کو بحر ذخار کے خطرون مین یہ خیال تھا کہ ان سیاحتون سے جو کچھ خزانے ہاتھ آئین گے وہ ارض مقدس کو بے دینون کے قبضہ سے نکالنے کے کام آئین گے، وہین چارلس ہشتم کے دل مین جبکہ وہ الپس اور نیپلس کے درمیان میدان جنگون مین ہوتا یہ جذبہ موجزن تھا کہ وہ فتح اطالیہ کے بعد قسطنطنیہ کو ترکون سے آزاد کرائیگا۔

اسلام و مسیحیت کے توازن قوت مین ایک انقلاب عظیم کے آثار سولھوین صدی عیسوی کے وسط سے ظاہر ہونے لگتے ہین کیونکہ ایک بڑی مسیحی حکومت اپنے اطراف کی تمام مضبوط ریاستون کو ایک حکومت بنا رہی تھی، چارلس پنجم نے نہ صرف شارلین کی اتنی وسیع سلطنت پر حکومت کی،

بلکہ دولت و قوت کے لحاظ سے اس سے بہت کچھ بڑھا چڑھا تھا، اُسکو بلجیم، اسٹروی ریاستین، اسپینی متحدہ حکومت، نیپلس و سسلی کی خوبصورت ریاست، اور امریکہ کے جدید معلوم شدہ ممالک، وراثتہً ملے تھے، وہ انتخاب کے ذریعہ جرمنی کے تخت شاہی کا مالک بنا، اور کورٹس و پیزارون نے اُسکو ماوراء اٹلانٹک کی دو حکومتین میکسیکو اور پیرو مع اُنکی لاتعداد سونے اور چاندی کی کانون کے دیدین، بہت ممکن ہے کہ لوگون کو یہ نظر آ رہا ہو کہ ان تمام وسیع ممالک کا مالک آل عثمان کا مقابلہ نہ کر سکیگا، کیونکہ فرانس کی حریفانہ رقابت اور جرمنی کا مذہبی اختلاف اُسکے لئے بڑی رکاوٹ تھی، لیکن اُسکے ساتھ ہی عثمانی حکومت بھی اس بات کے لئے تیار نہ تھی کہ وہ عالم مسیحی سے جنگ کرے، کیونکہ اسکو بھی انھین خطرات کا سامنا تھا، ایران رقیب تھا، شیعہ و سنی مین سخت نفرت تھی، اور شام و مصر مین بغاوت کا خوف تھا،

تاہم خاندان عثمانی اس کامل صدی مین تمام خطرات کے باوجود سربلند رہا اور اُسکی اپنی وسیع سلطنت کے باوجود مسیحی حکومتون کے خوبصورت و زرخیز صوبے اسکو وسیع تر کرتے رہے، بلاکسی بحث کے کہا جا سکتا ہے کہ اس فضیلت کے اسباب، اُن کا مضبوط فوجی نظام، بلند قومی رُوح، اور اُن کے ممالک کے مفید مواقع تھے، لیکن عثمانی عظمت کی اصلی وجہ یہ تھی کہ اُس پر ایک بڑا آدمی حکومت کر رہا تھا، وہ بڑا اسلئے نہ تھا کہ حالات و واقعات اُسکے موافق تھے اور نہ اسکی عظمت اسلئے تھی کہ وہ اپنے عہد کی اسپرٹ کا صحیح مصرف لیتا تھا بلکہ اسکی بزرگی اسمین پوشیدہ تھی کہ حال کا بہترین مصرف لینے والا اور مستقبل کا اعلیٰ ترین دور اندیش شخص تھا۔"

اس تمہید کے بعد یہان سب سے پہلے اندلس اور شمالی افریقہ کا نظارہ پیش کیا جاتا ہے، اندلس کی آخری اسلامی حکومت غرناطہ کی ریاست تھی، ۸۹۷ھ ۱۴۹۱ء کو اس ریاست کا خاتمہ ہوا، ۲۵ نومبر ۱۴۹۱ء کو عہدنامہ پر دستخط ہوئے، اور ایک مدت متعین کر دیگئی، کہ اگر اسکے اندر امن و صلح رہی اور باہر سے کمک

نہین آئی تو اس مدت کے گذرنے کے بعد غرناطہ عیسائیون کے حوالہ کردیا جائیگا، غرناطہ کے سلمانون نے سلطان عثمانی اور سلطان مصر کے پاس اعانت طلبی کے قاصد بھیجے تھے، مگر جب ادہر سے مدد نہ آئی، تو ایک مہینہ کے بعد دسمبر کے آخر مین انھون نے غرناطہ عیسائیون کے حوالہ کردیا، غرناطہ کا بادشاہ مع اہل وعیال اور خدم وحشم کے اندلس کی سرزمین سے نکل کر مراکش چلا گیا، شرائط معاہدہ مین اگرچہ سلمانون کی کامل مذہبی آزادی کی دفعہ شامل تھی، لیکن اسپر بہت کم عمل کیا گیا، یا تو انہین قتل کرڈالا گیا، یا جبراً عیسائی بناڈالا گیا، یا وقتاً فوقتاً انکو ملک سے جلاوطن کیا گیا، اس اخراج کا سلسلہ تقریباً سوا سو برس تک قائم رہا، یعنی سلمانون کا آخری قافلہ ۱۶۱۰ء (مطابق ۱۰۱۸ھ) مین اس ملک سے نکالا گیا، جہان نوسو برس تک انھون نے اقامت کی تھی، اُن حشر انگیز واقعات پر آج تین سو برس سے زیادہ عرصہ گذرچکا ہے، تاہم تمام دنیائے اسلام آج تک اسکے ماتم مین سوگوار ہے۔

اسپین نے اسی پر قناعت نہین کی بلکہ تمام عیسائی دنیا کی ہمدردی واعانت اور پوپ کی برکات اور دعاؤن کے جلوس مین مراکش، الجزائر، تونس اور طرابلس تک وہ سلمانون کے نقش قدم کو دیکھتے چلے آئے، اسپین کی ایک ریاست پرتگال تو دریاؤن کو چیر کر سورون (سلمانون) کی تلاش مین ایشیائی سواحل تک چلی آئی، بحر روم وشام کے سواحل مصر سے لیکر اٹلی تک عیسائی بہادرون کے جہازات سلمانون کا ناکہ روکے کھڑے تھے،

جسوقت غرناطہ کا تخلیہ ہوا ہے، قسطنطنیہ کے تخت پر سلطان سلیم کا باپ بایزید ثانی جلوس فرما تھا، گو یہ ایک اپاہج اور کمزور سلطان تھا، اسپر بھی اول تو تری یا خشکی کا کوئی راستہ ایسا نہ تھا جس سے اندلس کے سلمانون کو وہ مدد پہنچا سکتا، دوسرے ایک دو مہینہ کی مدت مین وہان ترکی فوجین پہنچ بھی نہین سکتی تہین، تین برس مین تو ہندوستان سے قسطنطنیہ قاصد پہنچے ہین، غالباً اس سے کم زمانہ اندلس سے تمام افریقہ کو طے کرکے اور مصر وشام کو عبور کرکے روم پہنچنے کے لئے نہین چاہیئے، اور پھر وہان سے ایک

عظیم الشان فوج کی روانگی اور درمیان کے روکنے والے ملکون کو فتح کرکے یا دریا کے راستہ سے قبرص، روڈس، مالٹا، اور وینس وجنیوا کی بحری حکومتون کی ناکہ بندیون کو توڑ کر وہان پہنچنے کیلئے ایک زمانہ دراز درکار تھا۔

تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان سلیم کے دل مین اپنے باپ کے خلاف جو جذبات اُمنڈ رہے تھے اور جو ولولے اُٹھہ رہے تھے ان مین دنیائے اسلام کی اس پراگندگی وتباہی کا غم وغصہ بھی کچھ کم نہ تھا اور آخر اسی غم وغصہ کی حالت مین سلیم نے باپ کے خلاف بغاوت کی، گو ناکام رہا، لیکن چونکہ فوج کا بڑا حصہ اُسکا طرفدار تھا، اسلئے بایزید خود اُسکو اپنی جگہ پر بٹھا کر آپ الگ ہوگیا، یہ ۹۱۸ھ کا واقعہ ہے، اب سلطان سلیم کو اپنے ارادون کے حیز عمل مین لانے کا موقع ملا، چنانچہ اس نے سب سے پہلے اسلام کے اصلی عناصر کو اپنے مین شامل کیا جسکی تفصیل پہلے گذرچکی ہے، اسکے بعد اُسکو دور افتادہ اسلامی ملکون کی طرف توجہ کرنے کی فرصت ہاتہہ آئی،

یہ معلوم ہوچکا ہے کہ نہ تو بحری راستہ سے اور نہ خشکی کے راستہ سے ترک اپنی فوجین اسپین کے مقابلہ مین لاسکتے تھے، اسکے لئے اللہ تعالیٰ نے مظلومون کی بیکسی، بیچارون کی فریادرسی، اور بیکسون کی یاوری کے لئے خود آذر کے خانوادہ سے ابراہیم کو پیدا کیا، سلطان کی رعایا مین سے ایک نومسلم خاندان غالباً البانی اور رومیلی، یونانی جزیرون مین سکونت پذیر تھا، جہاز رانی اور بحری تجارت پیشہ تھا، باربروسہ (سرخ داڑہی والے) کے نام سے یہ مشہور ہوا، یہ چار بھائی تھے، اروج، اسحاق، خضر، الیاس، خضر بعد کو خیرالدین کے نام سے دنیا مین روشناس ہوا، اور سب سے زیادہ نامور ہوا، اروج، اور الیاس روڈس کے صلیبی سپاہیون سے جنکا لقب "نائٹس آف سینٹ جان" تھا دست وگریبان ہوئے، الیاس اس لڑائی مین مارا گیا، اور اروج قید ہوگیا، اور بالآخر ایک ترکی افسر کی مدد سے رہا ہوا، اور پھر بدستور وہ سمندر مین آزاد تھا، سلطان سلیم کے زمانہ مین بقیہ یہ تینون بھائی اروج، اسحاق اور

خیر الدین عیسائی جہاز رانون سے بچکر کسی طرح شمالی افریقہ کے سواحل پر پہنچ گئے، یہان آکر انھون نے دیکھا کہ مسلمان اسپین مین گرفتار مصائب ہین، مراکش کے سواحل اور الجزائر، تونس، طرابلس کی اسلامی سلطنتین حالت نزع مین ہین، اور اسپینی گدھ ہر طرف سے اُن پر منڈلا رہے ہین،

باربروسہ نے اپنے ٹوٹے پھوٹے جہازون کے بیڑے کو درست کیا، اور سلطان سلیم کے نام کا جھنڈا بلند کیا، اور سلطان نے بھی اُسکو اپنی اعانت اور نیابت کا شرف بخشا، سلطانی دستگیری سے مطمئن ہوکر وہ سمندر مین اسپین کی بحری قوت کے مقابلہ کو اُترا، ستر ہزار بے خانمان اندلسی مسلمان جلاوطنون کو اُس نے اسپین سے لیکر افریقہ پہنچایا، یہ مہاجر اسکی فوج کے سپاہی بن گئے اور دونون نے مل کر سواحل اسپین پر متواتر بحری حملے شروع کر دیئے، خلیج گابس کے جزیرۂ جرجہ کو اپنا مستقر بنایا، اسی اثنا مین متفرق طور سے ترک دستے یکے بادیگرے بیچ بچکر آنے لگے، ۱۵۱۲ء مین انھون نے بوگی (Bougie) کو اسپینیون سے لینا چاہا مگر ناکام رہے، ۱۵۱۴ء مین جنیوا والون سے جیجلی (Jijelli) کو چھین لیا، ۱۵۱۵ء مین دوبارہ اُنھون نے بوگی پر حملہ کیا، اور ناکامی ہوئی، اسی سال الجزائر کے مسلمان اسپین کے خلاف ان سے مدد کے طالب ہوئے، اُنھون نے آکر اسپینیون کو الجزائر سے نکالدیا، اور اسطرح الجزائر مین اگر ان کے پاؤن ٹکے، اور یہان خشکی مین بھی انھون نے قوت پیدا کرلی، اُسکے بعد تلمسان جاکر اسپینیون سے لڑے مگر کامیاب نہوئے۔

خیر الدین کا ستارۂ اقبال بلند تھا، اُسکے بحری کارنامون نے سلطان سلیم کو اپنی طرف متوجہ کرلیا، سلطان نے اسکو اپنے عہدہ دارون مین داخل کرلیا، اور اُسکو خلعت اور علم اور بیلربے کا خطاب دیا، اور کچھ کشتیان بھیجین، ۱۵۱۹ء مین اس نے اسپین کے الجیریا پر ایک اور حملہ کو رد کیا، مگر ۱۵۲۹ء تک سواحل سے انکو ہٹا نہ سکا، الجیریا کے سامنے ایک جزیرہ تھا، جسپر چودہ برس سے اسپین والون نے قبضہ کر رکھا تھا، اسکو اُن سے چھڑایا، اور ایک پورے اسپینی بیڑے کو گرفتار کرلیا، خیر الدین برابر اپنے

کامون کی رپورٹ قسطنطنیہ بھیجا کرتا تھا، اور وہان سے جو احکام آتے تھے انکے مطابق عمل کرتا تھا۔

سلطان سلیم کی جگہ اب سلطان سلیمان تخت عثمانی پر جلوہ فرما تھا، اسکے عہد مین دو اور ترکی امیر البحر جہازی میدان مین اترے، طرغوت پاشا اور پلیلی پاشا، طرغوت نے اپنا کارنامہ نہایت چھوٹے درجہ سے شروع کیا، پہلے یہ ترکی بیڑے مین ایک معمولی ملاح تھا، اسکے بعد تین جہازون کا افسر ہوا، پھر اس نے تیس کشتیون کا ایک بیڑہ بناکر جزیرہ کورشیا پر حملہ کیا، لیکن وینس اور جنیوا کے امیر البحر نے اُسکو گرفتار کرلیا، اور آخر باربروسہ کی دہمکی سے اُسکو آزادی ملی، اور پھر باربروسہ کے ساتھ مل کر اُس نے بھی اسپینیون اور اٹلی والون پر حملہ کرنا شروع کردیا، اور صرف بیس جہازون کے ایک مختصر بیڑے سے اٹلی اور اسپین کے ساحلون مین تہلکہ برپا کردیا۔

پلیلی پاشا کا کارنامہ بھی کسی سے کم درجہ نہین، اس نے اوران کو فتح کیا، اور ۱۵۶۰ء مین عیسائی دنیا کی متفقہ بحری قوت کو جو طرابلس اور اسلامی جزیرہ جربہ کے مقابلہ مین جارہی تھی شکست فاش دی، یہ عیسائی بیڑا دو سو جہازون پر مشتمل تھا، اور اسمین خاص پوپ کے حکم سے جنیوا، فلارنس، مالٹا، سسلی، نیپلس، اور منوقہ کے عیسائی امراء کے جہازات یکجا تھے، یہ متحدہ عیسائی بیڑا اپنے زمانہ کے ایک مشہور عیسائی امیر البحر کے ماتحت تھا، اور بیڑا خیر وخوبی کے ساتھ جربہ تک پہنچ چکا، اور عیسائی فوجین خشکی مین اُتر چکی تھین کہ پلیلی پاشا کو اسکی خبر ملی وہ فوراً اپنا بیڑا لیکر دردانیال کے ساحل سے توکلاً علی اللہ چل کھڑا ہوا، اور جھپٹ کر عیسائی بیڑے کو اُس نے آلیا اور اسکی قوت کو پارہ پارہ کردیا، [1]

صلیبی مجاہدین کا سب سے بڑا بحری مرکز جزیرۂ روڈس تھا، جہان پوپ کی سرپرستی مین تمام عیسائی دنیا کی مالی اعانتین آتی تھین، اور اُن سے یہان ایک زبردست بحری فوج اور ایک طاقتور

[1] یہ تمام واقعات حرف بحرف انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا طبع جدید، مضمون باربروسہ اور مورخین کی تاریخ عالم جلد ۸ کی فصل بحری طاقت سے ماخوذ ہین،

بڑا اتیار کیا گیا تھا، اُسکے قلعے لوہے اور پتھر سے اسقدر مضبوط بنائے گئے کہ فوج کا ساحل تک پہنچکر بھی شہر کے اندر جاکر انکی فوجی قوت کو توڑنا مشکل تھا، توپون اور بندوقون اور دیگر اسلحۂ حرب سے اُسکے ایک ایک گوشہ پر گویا ملک الموت کا پہرہ تھا، بڑی بڑی زنجیرون سے سمندر مین گویا قفل ڈالدیئے گئے تھے، تمام عیسائی دنیا کی طرف سے ان صلیبی مجاہدون کو یہ خدمت سپرد تھی کہ وہ اسلامی جہازون کو ادہرسے اُدہر نہ جانے دین، اُن کے تجارتی جہازون کو لوٹ لین، اور نہ صرف یہی کہ اسلامی فتوحات کے سیلاب کو آگے نہ بڑھنے دین، بلکہ اس دروازہ پر پہرہ دیتے رہین اور دیکھتے رہین کہ ارضِ مقدس کی نگہبان طاقت کب غفلت مین ہے کہ اُسپر حملہ کیا جاسکے، مسلمان ان مذہبی ڈاکوؤن کے حملے سے عاجز آگئے تھے حج کے لئے بھی نہین نکل سکتے تھے، جو مسلمان اُنکے ہاتھون مین پڑجاتے وہ لونڈی غلام بناکر بیچڈالے جاتے[ل]

رجب سنہ ۹۲۸ھ مین سلطان سلیمان دولاکھ فوج اور ۳۰۰ جہازون کا بیڑا لیکر جنمین ۴۰ مصر کے جہاز تھے قسطنطنیہ سے نکلا، اور روڈس کا محاصرہ کرلیا، روڈس کے بہادرون نے فرانس اور اسپین سے کمک طلب کی، پوپ نے بھی اُنکو بتاکید لکھا، مگر دین سے کسی نے انکی مدد نہ کی، مہینون کے محاصرہ اور بیشمار مسلمانون کی قربانی کے بعد جزیرہ فتح ہوا، مسلمانون کو اس سے بہت خوشی ہوئی اور "یفرح المومنون بنصر اللہ" اسکی تاریخ ہوئی، کثیر التعداد مسلمانون کو جو سالہا سال سے ان لوگون کے ہاتھون مین قید تھے اور جو اپنی آزادی سے تقریباً مایوس ہوچکے تھے، انکو خدا نے اپنے فضل وعنایت سے خلیفۂ اسلام کی فاتح فوجون کی معرفت آزادی کا پیام سُنایا، شرائط کے مطابق سینٹ جان کے بہادرون کو اپنا یہ مستقر چھوڑنا پڑا، پوپ نے اُن کے سردار اور اُن کے چار ہزار نائٹون کو اٹلی مین جگہ دی، پھر اسپین نے انکو مالٹا مین لاکر بدستور ان کا دوسرا بحری مستقر بنادیا۔

ل دیکھو فتوحات اسلامیہ سفتی دحلان اور الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام ذکر سلطنت سلطان سلیمان در فتح جزیرۂ روڈس ۔

اب مسلمان فوجون کے لئے دریائی راستہ کے خطرات کچھ کم ہوگئے، اور اسپین کے مقابلہ کے لئے ان کا جانا ممکن ہوا، خیر الدین پاشا الجزائر کے بعد تونس کو بھی اسپینون کے دستبرد سے بچاکر سلطان اسلام کے زیر تصرف لے آیا، طرغوت پاشا طرابلس سے اسپینون کو باہر کیا، اور اسطرح افریقہ کے یہ صوبے دشمنان اسلام کے پنجون سے آزاد ہوئے،

ان مقامات پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے اسپینون نے بڑی بڑی کوششین کین مگر تونس کے سوا ہر جگہ ناکامی ہوئی، تونس کا سابق حفصی سلطان اسپینون سے سازباز کرکے ان سے ملگیا، اسپینون نے تونس کے سواحل حلق الوادی پر اپنے جہازی مورچے اور بحری استحکامات قائم کرلئے تھے، یہین سے ان کے بیڑے نکل نکل کر دشمنون پر حملے کرتے تھے، حفصی سلطان بھاگ کر یہین چلاگیا، اسپین کی جو فوج مالٹا کے مجاہدین کو لیکر اسکی مدد کو آئی تھی، وہ اپنے ساتھ شہنشاہ اسپین کا شرائط نامہ بھی لائی تھی، شرائط نامہ کو پڑھکر سلطان کے ہوش اُڑگئے، اسکا ماحصل یہ تھا کہ حفصی سلطان برائے نام سلطان رہیگا، لیکن حکومت کے تمام اختیارات اسپین کو رہین گے، اسپین کی فوج نے تونس پر حملہ کیا، خیر الدین پاشا کی چھوٹی سی فوج نے شکست کھائی، پاشا لڑتے بھڑتے تونس سے نکل کر قسطنطنیہ چلاگیا، اور اسپین نے تمام ملک پر قبضہ کرلیا، قبضہ کے ساتھ اس نے وہ تمام کھیل کھیلنے شروع کردیئے جو اندلس مین کھیل چکا تھا، مسلمانون کا قتل عام، عمارات اور مساجد کا انہدام، کتبخانون کی بربادی، عورتون کی آبروریزی، لوگون کو جبراً عیسائی بنانا، جامع مسجدون کو گرجون کی شکل مین تبدیل کرنا، لکھا ہے کہ اتنی کتابین برسرراہ پڑی تھین کہ جامع مسجد تک کتابون کے ڈھیرون کو روندے بغیر آدمی نہین پہنچ سکتا تھا، اذان کی منارون مین کلیسا کے گھنٹے لٹکائے گئے، مسلمانون کے مکانات اور جائدادین زبردستی چھین چھین کر عیسائیون کو دی جانے لگین، ابن ابی دینار تونسی مورخ نے بڑے دردناک واقعات لکھے ہین،

غرض چند ہی سالون مین اسلام اپنے وطن مین غریب الدیار ہوگیا، اسپینون کی اس چیرہ دستی کا

اتر آس پاس کے ترکی اسلامی مقبوضات پر پڑنے لگا، قیروان مین حیدر پاشا تہا وہ مرعوب ہوچلا تہا، لیکن شہر کے اعیان و علماء نے اسکی ہمت بندہائی، آخر خدا نے قیروان کے سلمانون پر اپنی سکینت نازل کی اور انھون نے تمام افریقہ مین جہاد عام کا اعلان کردیا، الجزائر و طرابلس سے جوق جوق مسلمان مجاہدین جمع ہوگئے، قیروان، طرابلس اور الجزائر کے ان اسلامی مجاہدین نے ملکر تونس کا رخ کیا، اور اسپینون سے جاکر ٹکرائے، لیکن چونکہ اسپینون کی مدد کو دم بدم تازہ فوجین آتی رہتی ہین، مزید عرب قبائل بھی اُن کا ساتھ دے رہے تھے، اسلئے ان اسلامی مجاہدین کو شکست نہین ہورہی تھی تو وہ کامیاب بھی نہین تھے، کچھ دنون کے بعد انکی ہمتون مین پستی اور ارادون مین سستی آنے لگی، اور آخر ایک دن انھون نے ارادہ کرلیا کہ وہ شب کے وقت اپنے مورچون کو خالی کرکے اپنے اپنے ملکون کو ناکام لوٹ جائینگے، یہ ارادہ ہی تہا کہ سمندر کے افق سے ایک عظیم الشان فوجی بیڑا ساحل کو آتا نظر آیا، فریقین کو یقین تہا کہ یہ اسپین کا نیا بیڑا الکمک کو آیا ہے، مسلمان مجاہدین نے کل کے فرار کا عزم مصمم کرلیا، لیکن پردۂ شب مین معلوم ہوگیا کہ یہ کوکبۂ اسلام مغرب کے بجائے مشرق سے طلوع ہوا ہے، یعنی قسطنطنیہ سے عثمانی بیڑہ مسلمانون کی امداد کو آیا ہے، سواحل کے چند مسلمان ملاح یہ بشارت نامہ لیکر جب شکستہ دل مجاہدین کے خیمون مین پہنچے، تو یکبار سب کے دلون سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوگیا، علی پاشا اور سنان پاشا اس بیڑہ کے اعلیٰ افسر تھے، چھوٹے بڑے ڈیڑہ ہزار جہاز بیڑہ مین شامل تھے، جس دن یہ بیڑا قسطنطنیہ سے روانہ ہوا، ساحل پر مسلمانون نے بڑی امیدون کے ساتھ اسکو رخصت کیا،

نصرت الٰہی کا کرشمہ دیکھو کہ عین اسی صبح کو قیروان سے حیدر پاشا اور طرابلس سے مصطفیٰ پاشا فوجین لیکر تونس پہنچگئے، اور اسطرح خشکی اور سمندر دونون طرف سے مجاہدین بنی عثمان نے اسپینون پر حملے کئے، اسپینون نے سخت خونریزی اور معرکون کے بعد شہر کو خالی کردیا، اور اس مشہور قلعہ مین پناہ لی

جسپر ۹۳۷ھ مین اُنھون نے قبضہ کیا تہا، اور پورے ۴۳ برس اسکی تعمیر مین مصروف رہے تھے، ترک مجاہدین نے ۳۰ ہی دن مین اس قلعہ کو فتح کرلیا، اس قلعہ کی فتح مین ترکون نے بہادری اور فنون جنگ مین مہارت کا جو کمال ظاہر کیا، افریقی مورخین نے اسکی بڑی داد دی ہے، اور اس طرح سخت و شدید معرکون اور سیکڑون ہزارون ترکون کی عزیز قربانیون کے بعد کفر کی قوت کا گہنگھور بادل تونس کی سرزمین سے پہٹ گیا، اور کلمۂ اسلام نے دوبارہ اس ملک مین فروغ پایا،

تونس کے مسلمان مورخ ابن ابی دینار نے اس واقعہ کو جس مسرت اور شادمانی سے ادا کیا ہے، ظلم ہوگا اگر اس موقع پر ہندوستان کے مسلمانون کے کان آج اُن سے آشنا نہون، مورخ مذکور کہتا ہے،

"اللہ تعالیٰ اس سلطنت عثمانیہ کی عزت کو دوام بخشے کہ اس سے مسلمانون کی عزت کو دوام نصیب ہو، اور اسکی تلوار کی دہار کو مشرکون اور منافقون کی گردنون کی کاٹنے والی بنائے ...

اگر اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان بادشاہ کے ذریعہ سے اس ملک کو نہ بچاتا تو کفر اسکے اکثر حصون پر مستولی ہوجاتا، اور اسمین کوئی مسلمان باقی نہ رہتا، (صفحہ ۱۸۳)

چونکہ ترکون کا یہ بیڑا عین وقت پر تونس پہنچا تہا، اسلئے لوگون مین اسکے متعلق عجیب و غریب تخیل پیدا ہوگیا تہا، بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ اصل مین غرناطہ کے مسلمانون کی اعانت کے لئے نکلا تہا، مگر جب یہ معلوم ہوا کہ غرناطہ کا خاتمہ ہوگیا تو وہ ادہر چلا آیا، بعض یہ کہتے ہین کہ تونس کی خاک مین محرزین خلف جو ایک بزرگ آسودہ ہین، انھون نے سلطان کو خواب دیکھایا اور یہان فوج بھیجنے کی ہدایت کی، بہرحال واقعہ یہ ہے کہ ترکون کا یہ کارنامہ دنیاے اسلام ابدالآباد تک یاد رکھیگی -

اسپین سے بدلہ لینے کا اللہ تعالےٰ نے ایک اور نیا سامان پیدا کردیا، اسلام کی خونریزی و سفاکی مین جو جوہر کمال دکہایا تہا، اس نے اسکو پوپ کی نظرون مین بہت عزیز و محبوب بنادیا تہا،

لہ فتح تونس کے یہ تمام واقعات المونس فی اخبار افریقیہ و تونس لابن ابی دینار مطبوعۂ تونس سے ماخوذ ہین،

اسلئے اُسکو اسٹریا، جرمنی، بلکہ اٹلی تک کے علاقے اُسکو مل گئے تھے، یہانتک کہ جنوآ، فلارنس، سسلی، اور وینس تک اُسکے ماتحت تھے، امبراطور یعنی شہنشاہ اسکا لقب قرار پایا تھا، فرانس اسکی اس وسعت کو دیکھکر گھبرا رہا تھا، ناچار اس نے آل عثمان کے دامن مین آکر پناہ لی، خیرالدین پاشا جو اسپینون کے حملہ سے بھاگ کر تونس سے نکلا تو راستہ مین اسپینون پر بحری حملے کرتا ہوا جزیرۂ مینورقہ کو اُن کے ہاتھون سے چھینکر سیدھا قسطنطنیہ آیا، سلطان نے فرانس کی حمایت کے دعوی کی بناپر اسپینی مقبوضات اور استحکامات پر بحری و برّی دونون طرف سے حملے شروع کئے، ہنگریا اسپین کا حلیف تھا اور اسپین کے مملوکات اسٹریا تک پھیلے تھے، سلطان نے خشکی کی طرف سے ہنگریا پر حملہ کیا اور اُسکو پامال کرکے اسٹریا کے پایہ تخت تک پہنچ گیا، فرانس نے دوسری طرف سے اسپین پر حملہ کیا، خیرالدین نے اسپین کے مملوکہ جزیرون اور بحری استحکامات پر بے پناہ ضربین لگانا شروع کین، مجمع الجزائر مین وینس سے تقریبًا تمام جزیرے چھین لئے، اور اہل اسپین سے کولرون کو دوبارہ لیلیا، اور سنہ ۱۵۳۸ء مین ایک مختصر سی بحری طاقت کے ساتھ پوپ، وینس اور شہنشاہ اسپین کے متفقہ بیڑے کو ہزیمت دی، اور اس فتح مین بحری جنگ کا وہ کمال نمایان کیا جسکی بعد مین نلسن وغیرہ نے تقلید کی، سنہ ۱۵۴۱ء مین اسپین نے الجزائر پر پھر حملہ کرنا چاہا تو سلطان سلیمان نے ایک بیڑہ دیکر خیرالدین کو اودہر بھیجا، سن چکے ہو کہ فرانس کی مدد کے لئے جب سلطان نکلا تو خیرالدین عثمانی بیڑہ کی کمان اپنے ہاتھ مین لیکر فرانسیسیون کے ساتھ اسپین اور اُسکی زبردست اٹالین ریاستون سے ہنگامہ آرا ہوا اور فرانسیسی بیڑہ کی بدترتیبی کے باوجود اس نے دشمنون کو زیر کیا۔

فرانس جسکو کیتھولک فرقہ کا فرزند اول ہونے کا فخر حاصل تھا، اسکا خلیفۂ اسلام کے زیر سایہ ہوکر اپنے زمانہ کی مشہور و محبوب مسیحی سلطنت اسپین کی بربادی کا تہیہ کرنا ایک ایسا واقعہ تھا جس نے اُسکو مسیحی دنیا مین بدنام کردیا، اور آخر اُسکو سلمانون کی اعانت و امداد سے دست برداری داخل

کرنا پڑی، مگر باین ہمہ اس نے سلطنت عثمانیہ سے معاہدون کی وہ دستاویز حاصل کرلی جو آج یورپین قومون کے امتیازات مخصوصہ کی صورت مین ٹرکی کے لئے بلاے مبرم ثابت ہورہی ہے،

سنہ ۹۳۷ھ مین سنان پاشا نے جزیرۂ جربہ پر جو اسپینون کے قبضہ مین ہوگیا تھا اور افریقہ کے لئے بمنزلہ صدر دروازہ کے تھا حملہ کیا، تین مہینے کے محاصرہ کے بعد جزیرہ فتح ہوا، اسپین نے جلکر الجزائر کے عثمانی سواحل اور ترکی جہازات پر حملہ کردیا، سلطان نے اسکے مقابلہ مین مالٹا پر فوج کشی کی، مالٹا کو اسپین نے جیسا کہ پہلے پڑھ چکے ہو، مسیحی صلیبی مجاہدین کا مستقر بنایا تھا، سنہ ۹۷۳ھ مین سنان پاشا ۱۸۱ جہازون کا بیڑہ لیکر مالٹا روانہ ہوا، لیکن تیز و تند حملون اور سخت و شدید محاصرون کے باوجود جزیرہ فتح نہوا، اس جنگ مین سینٹ جان کے مسیحی مجاہدین نے مسیحی اخلاق کا بہترین نمونہ یہ دکھایا کہ اسیر قیدی سلمانون کے سر کاٹ کر توپون مین بجائے گولون کے رکھکر اُن کے بھائیون کی گود مین پھینکا۔

سلطان سلیمان کے بعد سلطان سلیم ثانی نے وینس کے مقبوضہ جزیرون پر جو ایک طرف مصر و شام کا سلسلہ جوڑتے تھے تو دوسری طرف شمالی افریقہ کے اسلامی ممالک کا راستہ روک رہے تھے فوج کشی کی، سنہ ۹۷۸ھ (سنہ ۱۵۷۰ء) مین پیلی پاشا اور مصطفیٰ پاشا نے قبرص (سائپرس) پر حملہ کیا، اور وینس سے چھین لیا، یہان سے لوٹ کر کریٹ کے سواحل پر مسلمانون نے ڈیرے ڈالے، عثمانی بیڑہ مین ۳۰۰ جہاز تھے مگر جہازون کے لئے بحری موسم چونکہ اچھا نہ تھا، اسلئے کریٹ کا محاصرہ چھوڑکر واپسی کا ارادہ کیا، موسمی ہوا کی موجون سے عثمانی بیڑہ منتشر ہوگیا، ادہر عیسائیون کا ایک متحدہ بیڑہ تیار ہورہا تھا، جسکی کمان شہنشاہ اسپین کے اس ناجائز لڑکے کے ہاتھ مین دیگئی جس نے سلمانان اندلس کے قتل و خونریزی مین بڑی ناموری حاصل کی تھی، مسیحی بیڑہ مین ۷۰ اسپین کے، ۱۴۰ وینس کے، اور ۱۲ پوپ کے اور ۹ مالٹا کے مسیحی جانبازون کے جہاز تھے، ان جہازون نے اچانک نمودار ہوکر اسلامی بیڑہ پر حملہ کیا، باوجود بے ترتیبی کے فرار کے بجاے سلمانون نے دشمنون کے مقابلہ کو ترجیح دی، لیکن اُنکو کامل شکست ہوئی، انکے ۱۳۰ جہاز عیسائیون کے

ہاتھ مین گرفتار ہوگئے، اور ۴۹ جہاز ڈوب گئے، ۱۰۰۰ ۴ توپین دشمنون نے لین اور تیس ہزار مسلمان گرفتار ہوگئے، تمام عیسائی دنیا مین اس فتح پر بڑی خوشی منائی گئی، اور اسپین نے اس دن کو یوم العید اور قومی و مذہبی روز جشن قرار دیا جسمین ہر سال اسکی یادگار مین خوشی منائی جانے لگی، پوپ نے سینٹ پیٹر کے گرجے مین جاکر تقریر کی اور ناجائز شہزادہ کا شکریہ فتحمندی ادا کیا،

اس حادثہ کی خبر جب قسطنطنیہ پہنچی تو مسلمانون کو سخت رنج ہوا، اور غصہ مین آکر چاہا کہ عیسائیون پر حملہ کردین لیکن سلطنت نے بڑی حکمت و دانائی سے اُسکا انتظام کیا، اور اسی سال عثمانیون نے ۲۵۰ بحری جہازون کا ایک اور بیڑہ تیار کرلیا، ابھی یہ نکلا بھی نہ تھا کہ اللہ تعالے نے انتقام معنوی کا ایک اور سامان کردیا یعنی اسپین اور وینس کا اتحاد ٹوٹ گیا، وینس نے اپنے بعض جزیرون کو نذر دیکر ٹرکی سے صلح کرلی، اسپین نے تونس کا رخ کیا، لیکن تھوڑے دنون کے بعد وہان اسکا جو حشر ہوا وہ پہلے سن چکے ہو، اسی اثنا مین اسپین کا ایک نیا دشمن انگلستان نکل آیا، اس نے بھی اسپین کی بحری قوت کے مقابلہ کے لئے سلطنت عثمانیہ سے درخواست کی اور آخر انھین لڑائیون مین اسپین کی حوصلہ مندیون کا خاتمہ ہوگیا[1]۔

اب افریقہ کی تمام اسلامی ریاستین، الجزائر، طرابلس، تونس، تلمسان، قیروان دولت عثمانیہ کے زیر سایہ تھین، اور خلیفہ عثمانی کا نام ہر جگہ خطبون مین پڑھا جاتا تھا، اور اسوقت سے لیکر آج تک پڑھا جاتا ہے، مونس فی الاخبار تونس (صفحہ ۱۸۹) مین ہے،

ترنم الخطباء علی المنابر باسم السلطان العثمانی — اور خطیبون نے ممبرون پر سلطان عثمانی کے نام کا خطبہ پڑھا،

شمالی افریقہ مین اب صرف ایک سلطنت مراکش رہ گئی تھی، اُسکے سواحل پر گو اسپین و پرتگال نے قبضہ کرلیا تھا مگر اندرون ملک محفوظ تھا، ایک ترکی امیر البحر نے ان سواحل سے بھی اُنکو نکالنا چاہا، مگر چونکہ خود اہل مراکش سے اُنکو مدد نہ مل سکی اسلئے زیادہ کامیابی نہوئی، پہلے یہ بتایا جاچکا ہے کہ اسوقت مراکش مین دو مسلمان خاندان

[1] یہ واقعات تاریخ دولت عثمانیہ فریدبے، اور "مورخین کی تاریخ عالم" سے ماخوذ ہین،

وطاسین اور سعدیین حکومت کے لئے باہم دست و گریبان تھے، اور پرتگالی آہستہ آہستہ سواحل پر قبضہ کرتے جاتے تھے، اسی دوران مین افریقہ کے دیگر سواحل سے عثمانی مجاہد مسیحی فوجون کو نکال چکے تھے، ایک درویش و عالم خاندان نے جہاد کے نام سے اپنا جھنڈا بلند کیا اور لوگ اُنکے چارون طرف آکر جمع ہوگئے یہ سلطان شیخ سعدی تھے، ابوحسون وطاسی بادشاہ مغرب نے ان سے بھاگ کر الجزائر مین ترکون کے ہان پناہ لی، اب سلطان شیخ کو یہ فکر ہوئی کہ کسطرح ان مقامات سے ترکون کو نکالا جائے، تلمسان خیرالدین پاشا کے بیٹے حسن پاشا کے ہاتھ مین تھا، سلطان شیخ نے حملہ کیا اور نو مہینے کے محاصرہ کے بعد فتح کیا، لیکن ترکون نے پھر بہت جلد اُسکو واپس لیلیا، سلطان شیخ نے دوبارہ حملہ کرنا چاہا، چونکہ سلاطین عثمان کے پیش نظر جیسا کہ ہمارے ناظرین واقف ہین ایک اور نقشہ جنگ تھا اسلئے مسلمان سلطنتون کی باہم منازعتین اُنکو ناپسندیدہ تھین اسلئے ترکون نے اپنی طرف سے امام ابوعبداللہ الخروبی الطرابلسی ان اطراف کے ایک مشہور عالم کو سلطان شیخ کے پاس بھیجا، اور صلح و آشتی کا پیام دیا، سلطان شیخ نے امام کا خیر مقدم کیا لیکن مصالحت کے پیغام کو نامنظور کردیا،

ابوحسون وطاسی نے سلاطین بنی عثمان کی حمایت اور خطبہ اور سکہ قبول کرلیا، گویا خلافت تسلیم کرلی اسلئے ترکون نے وطاسی کو مدد دی، اور انکی مدد سے وہ ۹۶۱ھ مین فاس پر قابض ہوگیا، اور سلطان شیخ سعدی کو وہان سے نکال دیا، لیکن سعدی نے اسی سال دوبارہ فاس واپس لیلیا، وطاسی کے ساتھ جو ترک افسر اور سپاہی فاس آئے تھے اُنھون نے سعدی کی نوکری اختیار کرلی، سلطان سلیمان کو جب یہ معلوم ہوا کہ وطاسی خاندان مٹ گیا اور سعدی سلاطین نے تمام ملک پر بلا شرکت غیرے قبضہ کرلیا، اور وہان کے مسلم فرمانروا ہوگئے تو اس نے سلطان شیخ سعدی کو اپنی طرف سے تہنیت نامہ بھیجا اور مصالحانہ نامہ و پیام کے لئے ایک سفیر روانہ کیا اور خط مین لکھا ہے کہ وطاسیون کی طرح آپ بھی میرے نام کا خطبہ پڑھوائین، اور سکہ پر میرا نام لکھین، سعدی نے یہ سن کر غصہ مین سلطان سلیمان کو بہت برا بھلا کہا، اور سفیر سے کہا کہ سلطان سے کہدینا کہ "مین خود مصر پہنچکر اسکا جواب دونگا" اور سلطان سلیمان کی بحری طاقت کی بنا پر اسکا نام "مچھلیون کا بادشاہ"

دربار مین کہا، سلطان سلیمان اس تلخ و تند جواب کو سُن کر بیتاب ہوگیا، اور حکم دیا کہ ابھی عثمانی بیڑہ مراکش کی طرف لنگر اٹھادے، وزیر اعظم نے عرض کیا کہ اس معمولی کام کے لئے فوج کی ضرورت نہین، حضور کے چند جان نثار اس بدتمیز کا سر اُتار کر آپ کے قدمون کے نیچے ڈالدینگے، آخر واقعہ یہی ہوا کہ چند ترکون نے موقع پاکر وطاسی کا سر کاٹکر قسطنطنیہ بھیجدیا، یہ ۹۶۵ھ کا واقعہ ہے، سعدی کی جگہ پر غالب باللہ کے لقب سے اسکا بیٹا اسکا جانشین ہوا، حسن پاشا والی تلمسان نے غالب باللہ پر فوج کشی کی، لیکن غالب، غالب رہا، اور حسن ناکام واپس آیا،

یہی واقعات ہین جنکو "مورخین کی تاریخ عالم" کے مصنفین نے ان الفاظ مین ادا کیا ہے کہ مراکش مین سعدی اور عثمانی سلاطین مذہبی برتری کے لئے آپس مین نزاع و رقابت رکھتے تھے، (جلد ۲۴ صفحہ ۲۷۰) ترکون کو اس مذہبی برتری کے فیصلہ کا بہت اچھا موقع ہاتھ آگیا، غالب باللہ کا بھائی معتصم باللہ اپنے بھائی سے رنجیدہ ہوکر قسطنطنیہ چلا گیا اور سلطان سلیم ثانی سے جاکر عرض پرداز ہوا کہ اسکو فوج سے مدد دیجائے کہ اپنے باپ کا ملک وہ حاصل کرے، سلطان نے پہلے بہت ٹالا، لیکن وہ اسقدر مُصر ہوا کہ اسکو منظور کرنا پڑا، معتصم ترکون کی فوج لیکر مراکش مین داخل ہوا اور اپنے بھائی کو شکست دیکر خود تخت نشین ہوا، معتصم کے بعد منصور آیا اور پرتگالیون کے مقابلہ مین اُسکو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی، یہ بشارت نامہ اس نے قسطنطنیہ سلطان مراد بن سلیم کے پاس بھیجا، سلطان مراد نہایت خوش ہوا، اور جواب مین بہت سے تحائف اُس نے منصور کو بھیجے، لیکن منصور نے مراد کے فرستادہ تحائف اور وفد کی جیسی عزت کرنی چاہیئے تھی نہ کی، بعض درباریون نے مراد کو بھڑکایا اور غصہ مین آکر اس نے حکم دیدیا کہ منصور کی تادیب کے لئے ایک بیڑا روانہ کیا جائے، یہ خبر منصور کو پہنچی تو وہ بہت متفکر ہوا اور آخر بعض علما اور امراے دربار کو اپنی طرف سے سفیر بناکر قسطنطنیہ روانہ کیا، یہ سفرا جب سلطان مراد کے دربار مین پہنچے تو وہ بہت خوش ہوا اور بیڑے کو واپسی کا حکم بھیجدیا، اور اسی کے ساتھ اپنے دربار کے سفرا منصور کے پاس بھیجے، اور اُنکی معذرت کو قبول کیا، منصور نے ان سفرا کی

بڑی خاطر مدارت کی، اور انہین سفیرون کے ساتھ اپنے ملک کے مشہور قاضی امام ابن علی شاطبی اور سپہ سالار عبد الرحمٰن قشتیلی کو بھیجا، امام شاطبی نے اپنے فرض کو بلکہ اسلام کے حق کو اس خوبی سے ادا کیا، اور اتحاد اسلام کے فضائل اور اہل بیت نبوی کے مناقب اس عمدگی سے بیان کئے کہ سلطان مراد نہایت مسرور ہوا، اور اسکے بعد منصور اور سلاطین عثمانی مین اسدرجہ اتحاد و اعتماد بڑھا کہ آپس مین خط و کتابت رسل و رسائل اور تحفہ و تحائف کی رسم ہمیشہ کے لئے قائم ہوگئی، یہانتک کہ سلطان مراد نے ایک دفعہ منصور کو خط لکھا کہ "مین نے عہد کرلیا ہے کہ مین تمہاری طرف مصافحہ کے سوا کسی اور غرض سے ہاتھ نہ بڑھاؤنگا"، دونون سلطنتون کے قاصد ہمیشہ آتے جاتے رہتے تھے،

اسکے بعد مراکش مین سادات کی دوسری سلطنت قائم ہوئی جو اب تک براے نام قائم ہے، اور اُنکے درمیان مین نامہ و پیام اور تحفہ و تحائف کی رسم قائم رہی، ایک دوسرے پر دوستانہ اعتماد قائم رہا، سلطان مصطفیٰ خان عثمانی نے ۱۱۸۰ھ مین مراکش کو سب سے بڑا تحفہ بھیجا، مراکش کی جنگی ضعف و کمزوری کو دیکھکر سلطان نے اپنی فوج کے چند تجربہ کار جنگی اور بحری افسر اور ملاح اور توپچی اور آلات حربیہ اور معلم و صناع و جہاز ساز و بمب ساز اور دیگر آلات جدید اور اُنکے طریق استعمال کو سکھانے والے معلمین مراکش کو روانہ کئے، مگر یہ انتہائی بدقسمتی سمجھی جائیگی کہ سلطان مراکش اتنی بڑی نعمت سے متمتع نہو سکا، یہ تمام سرمایہ اسکی غفلت کے نذر ہوگیا، اور آج اسکا نتیجہ ہمارے سامنے ہے تاہم سلاطین بنی عثمان نے دنیاے اسلام کے اس اہم حصہ کی نسبت اپنے فریضۂ خلافت کو فراموش نہین کیا تھا۔[1]

(باقی)

[1] یہ واقعات الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصیٰ کی جلد ۳ و ۴ سے ماخوذ ہین،

ابن باجہ اور اسکا فلسفہ

از

مولانا محمد یونس صاحب فرنگی محلی

(۱)

مسلمان حکماے اندلس مین ابن رشد کا نام سب سے زیادہ روشن ہے، لیکن فضل و کمال کے اس چاند نے جس آفتاب سے کسب ضیا کیا اس کے سوانح و حالات سے بہت کم لوگون کو آگہی ہے، بلکہ یہ کہنا سچ ہے کہ عربی تذکرہ نویسون نے بھی چند سطرون سے زیادہ اس موضوع پر صرف نہین کیا، ہمارے فاضل دوست مولانا محمد یونس صاحب انصاری ایک مدت سے ابن رشد اور اُسکے فلسفہ پر ایک خاص کتاب لکھ رہے ہین، اسی تقریب سے ابن رشد کے باکمال اُستادون ابن باجہ اور ابن طفیل کے حالات بھی لکھے ہین، اور از راہِ عنایت ان کو معارف مین شایع کرنے کے لئے بھیجا ہے، ابن باجہ اور ابن طفیل کے سوانح اور انکی تصنیفات کے اکثر اوراق مفقود ہین بااین ہمہ ہمارے دوست کی یہ کامیابی بھی سزاوارِ تحسین ہے، (معارف)

ابن باجہ سارا گوسا (اندلس) مین قبیلۂ بنی تجیب مین پیدا ہوا، یہ قبیلہ ایک عورت تجیب نامی کے جانب منسوب ہے، جو ثوبان بن سلیم بن مذحج کی دختر تھی[۱] - ابو بکر کنیت، محمد بن یحییٰ بن باجہ نام اور ابن الصائغ عرف ہے، سنہ ولادت نامعلوم ہے، اتنا پتہ چلتا ہے کہ ۵۳۳ھ مین عنفوان شباب مین انتقال کیا اور پیدائش پانچوین صدی کے آخر کی ہے، انگریزی مین اُسکو

[۱] ابن خلکان جلد دوم صفحہ (۱)

(Avenpacy) کہتے ہین، طب، ریاضیات، علم ہئیت، فلسفہ، موسیقی، اور منطق مین یگانۂ روزگار تھا، حافظِ قرآن اور ادیب و شاعر بھی تھا، چنانچہ ابن ابی اصیبعہ نے اطبا کے ذیل مین اور فتح بن خاقان اور ابن خلکان نے شعرا کے ذیل مین اسکا تذکرہ لکھا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابن باجہ نے بہت نوعمری مین شہرت حاصل کی، سرقسطہ (سارا گوسا) کا رئیس ابو بکر بن ابراہیم صحراوی گو بجائے خود علما و فضلا کا قدردان نہ تھا، لیکن اس زمانہ مین چونکہ یہ مشہور تھا کہ امراے بنی ہود عوام کی نارضامندی کے باوجود فلسفہ دانون کی سرپرستی کرتے ہین، اور ابو بکر کو امراے بنی ہود کی ہمسری کا دعوی تھا، اس بنا پر ابو بکر نے باوجود اس علم کے کہ ابن باجہ پر فلسفہ کا رنگ چھایا ہوا ہے، اور اُسکے عقاید عام پسند نہین ہین، عوام کی نارضامندی سے بے پروا ہو کر ابن باجہ کو قلمدان وزارت سپرد کیا[۱]، چنانچہ ایک عرصہ تک ابن باجہ ابو بکر بن ابراہیم کے دربار مین ملازم رہا، ابو بکر اور امراے بنی ہود مین صفائی نہ تھی اور پیچیدہ معاملات چلے جاتے تھے، اکثر ابن باجہ دونون کے درمیان سفارت کی خدمت انجام دیتا تھا، ایک مرتبہ عماد الدولہ ابن ہود نے کسی بات پر ناراض ہو کر ابن باجہ کو اپنے ہان قید کر لیا، اور اسکی جان لینے کے درپے ہوا، ابن باجہ کو جو اسکی اطلاع ہوئی تو کسی حیلہ سے بھاگ کر ابو بکر بن ابراہیم کے دامن عافیت مین پناہ لی[۲]۔

ابو بکر بن ابراہیم اسکی بڑی قدر کرتا تھا اور اُسکو اپنا ندیم و جلیس بنایا تھا، عوام ابن باجہ کے دشمن تھے، بارہا اسکی جان لینے کا قصد کیا، مگر ہمیشہ ابو بکر نے اُسکی طرفداری کی، لیکن جب عوام کی نارضامندی زیادہ بڑھی، اور ابن باجہ پر اُن کا کچھ زور نہ چلا تو فوج مین برہمی پیدا ہوئی اور ایک جماعت کثیر ترک ملازمت کر کے چلی گئی، شمال کے عیسائی زور پکڑ چکے تھے، اور اسلامی ریاستین آپس کی نااتفاقی کی باعث ایک ایک کر کے تباہ ہوتی جاتی تھین، عیسائیون نے جو یہ دیکھا کہ فوج نے سارا گوسا کے

[۱] آثار البلاد صفحہ ۱۴۶ [۲] قلائد العقیان صفحہ ۳۰۲ -

رئیس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے، تو سارا گوسا پر حملہ کر دیا، ابوبکر مارا گیا یا مر گیا، بہر حال سرقسطہ (سارا گوسا) اب عیسائیون کے قبضہ مین تہا، چار و ناچار ابن باجہ کو بھی اپنا وطن چھوڑنا پڑا اور اسلامی شہر بلینسیہ مین آکر اقامت اختیار کی[1]، اس واقعہ کا ابن باجہ کو بیحد صدمہ تہا، چنانچہ سارا گوسا کی بربادی پر اسکے متعدد مرثیے ہین، جنہین اس واقعہ کے ذکر کے ساتھ اپنے ولی نعمت ابوبکر بن ابراہیم کی مدح و ثنا کی ہے، یہ واقعہ ۵۱۲ھ کا ہے، اسکے بعد سے اسکی زندگی کے حالات پردۂ خفا مین ہین، ۱۱۱۸ء مین وہ پھر نمودار ہوتا ہے، اس زمانہ مین اسکی سکونت اشبیلیہ مین تھی، منطق کے اکثر رسائل یہین تصنیف کئے، چنانچہ ان رسائل مین اس نے اشبیلیہ کی سکونت کا تذکرہ کیا ہے[2]،

ایک عرصہ تک مفلسی اور گمنامی کی حالت مین رہنے کے بعد اس نے مرابطین کے دربار کا رخ کیا، اور کچھ دنون شاطبہ مین ابراہیم بن یوسف بن تاشفین کی سرکار مین مقیم رہا، ابراہیم کے ہان بھی اسکو امن نصیب نہوا، اور بددینی کے الزام مین ابراہیم نے اسکو قید کر دیا، یہان بھی کسی تدبیر سے اس نے نجات حاصل کی، اور اندلس چھوڑ کر سمندر پار مراکش مین پناہ لی، اس واقعہ کو بھی ابن باجہ نے نظم کیا ہے[3]، یہان آکر یحیی بن یوسف بن تاشفین کے دربار مین وزارت کے عہدہ پر ممتاز ہوا، اور بیس برس تک اس خدمت کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتا رہا، بادشاہ بھی اسکے حسن خدمت پر اس سے بہت خوش تہا، اور اسکو اپنا معتمد علیہ بنا یا تہا، یہ دیکھکر امراے دربار کو اس سے حسد پیدا ہوا، اور زہر دیکر اسکا کام تمام کر دیا، ۵۳۳ھ مطابق ۱۱۳۸ء مین نو عمری مین اس نے وفات پائی[4]، اور فقیہ ابوبکر بن عربی کے پاس دفن ہوا۔

ابن باجہ اپنے زمانہ مین فلسفہ کا امام تہا، چنانچہ اسکے ہمعصرون کی بھی شہادت اس

[1] قلائد العقیان صفحہ ۳۰۰ و ۳۰۱، [2] آثار الادہار صفحہ ۱۴۶ [3] قلاید العقیان صفحہ ۳۰۲، [4] ابن خلکان صفحہ ۱۰ و زبدۃ الفکرہ و آثار الادہار۔

بارہ مین اسکی تائید مین ہے، ابن ابی اصیبعہ نے اسکو ان الفاظ سے یاد کیا ہے (وکان فی العلوم الحکمیۃ علامۃ وقتہ واوحد زمانہ) لسان الدین بن الخطیب الاحاطہ فی اخبار غرناطہ مین اسکو اندلس کے آخری فلاسفر کا لقب دیتا ہے[1]، رکن الدین بیبرس اپنی کتاب زبدۃ الفکرہ فی تاریخ الہجرۃ مین اسکو علامۂ عصر اور عالم و فاضل وغیرہ الفاظ سے یاد کرتا ہے[2]، مورخ ابن سعید اسکو فلسفہ و حکمت مین ابونصر فارابی کے ہم پلہ قرار دیتا ہے[3]، اور شقندی اسکی موسیقی دانی اور فلسفہ و حکمت کی واقفیت کو بہت زیادہ سراہتا ہے[4]، ہان البتہ اسکی دینداری مین عوام کو شبہہ تہا، اور اپنے زمانہ کا ملحد و بے دین مشہور تہا، کئی بار عوام نے اسکو گرفتار کیا، چنانچہ ایک مرتبہ خود ابن رشد کے باپ کی سفارش سے اسکو نجات ملی، ابن ابی اصیبعہ کہتا ہے :-

"عوام نے کئی مرتبہ اسکو قید کرکے ہلاک کرنا چاہا لیکن خدا نے ان بلاؤن سے اسکو ہمیشہ محفوظ رکہا"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی زندگی مین کئی مرتبہ ابن باجہ کو یہ واقعہ پیش آیا۔

ابن باجہ کی بیدینی کی شہرت کا باعث زیادہ تر فتح بن خاقان ہے، یہ افریقہ کا باشندہ تہا، اندلس کی سیاحت متعدد بار کی تھی، اور ایک ایک شہر کی بہترین سوسائٹیون مین شریک رہا تہا، اس نے دو کتابین لکھی ہین، قلائد العقیان، اور مطمح الانفس، قلاید العقیان تو بہت مشہور ہے اور میرے پیش نظر ہے، لیکن مطمح الانفس سے مقری نے نفح الطیب مین بہت کچھ نقل کیا ہے، قلائد العقیان مین فتح بن خاقان نے ابن باجہ کا جو تذکرہ لکہا ہے اسمین اسکو بہت برا بھلا کہا ہے، اسکی اصلی عبارت بیحد بلیغ و مسجع و مقفی ہے، اسکا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

ابن باجہ پرہیزگارون کے دل کا کانٹا ہے، سخیف و مجنون مشہور، اور سنن و فرائض کا تارک تہا کبھی استنجا نہین کرتا تہا، حق یہ ہے کہ چوپاے بھی طہارت کو اس سے زیادہ پسند کرتے ہین، قرآن حکیم کو

[1] نفح الطیب جلد چہارم صفحہ ۲۰۱، [2] ایضاً صفحہ ۲۰۶، [3] ایضاً جلد دوم صفحہ ۱۳۷، [4] ایضاً صفحہ ۱۴۱،

چھوڑ کر دہ فلسفہ کی الحاد آمیز کتابون کا کیڑا بنا رہتا تھا، اور اکثر قرآن سے استہزار کیا کرتا تھا، ہر
لہو ولعب اور گانے بجانے مین مشغول رہتا تھا، ساتھ ہی بدصورت اور کریہ المنظر بھی تھا۔"[1]

غرض فتح بن خاقان نے ابن باجہ کی ہجو مین ورق کے ورق سیاہ کر دیئے ہین، اسکی شاعری
مین اسکو سرقہ کی مثالین نظر آتی ہین، اُسکے کیرکٹر مین اُسکو بدوضعی اور رندی کے آثار دکھائی دیتے ہین،
یہانتک کہ وہ ایک حبشی غلام پر عاشق ہوتا ہے، اور کمال بیقراری مین رندانہ نظمین کہتا ہے، جہان جاتا ہے
قید کی سختیان برداشت کرتا ہے،

لیکن حق بات کبھی چھپی نہین رہتی، اور "دروغگو را حافظہ نباشد" ایک مشہور مثل ہے، قلاید العقیان
مین اتنی ہجو کرنے کے بعد مطمح الانفس مین یون مدح طراز ہوتا ہے:۔

"ابن باجہ عقل وفہم کا نور ہے، برہان سے اس نے تقلید کو فنا کر دیا ہے، اسکے کلام کا عطارد
شائق ہے، اور اسکے خیالات دریافت کرنے کا مشتری کو شوق ہے"[2]

اسکے بعد اُسکے اشعار اور نظمین نقل کی ہین، اصل یہ ہے کہ فتح بن خاقان کے ہجو آمیز فقرون کے
اندر کوئی بھید ہے[3]، آدمی کو اپنے دل کا کانٹا نظر نہین آتا مگر دوسرون کی آنکھ کا خس وخاشاک جلد دیکھ

[1] قلائد العقیان صفحہ ۹ [2] نفح الطیب جلد ۲ صفحہ ۴۰ [3] لسان الدین بن الخطیب نے اس بھید کی خوب قلعی کھولی ہے، وہ بعض شیوخ سے
روایت کرکے بیان کرتے ہین کہ فتح بن خاقان نے ابن باجہ کی جو ہجو کی ہے، اُسکا سبب یہ ہے کہ کسی مجلس مین
فتح بن خاقان مبالغہ کے لہجہ مین فخریہ یہ بیان کر رہا تھا کہ "جہان مین گیا شاہان اندلس نے میری بڑی قدر کی، اور
مجھے بے نظیر ونادر تحفے عنایت کئے، چنانچہ (زمرد کا ایک ٹکڑا دکھا کر) فلان بادشاہ نے زمرد کا یہ ٹکڑا مجھے عنایت کیا،
جو تمام جہان مین اپنا آپ ہی نظیر ہے"، ابن باجہ بھی اس مجلس مین بیٹھا ہوا تھا، اسکو یہ فخریہ مبالغہ آمیز گفتگو ناگوار ہوئی،
اور بگڑ کر فتح بن خاقان پر ایک فقرہ چست کیا، جو مناسب حال تھا، چنانچہ ابن باجہ کا یہ فقرہ اُسکو ناگوار ہوا اور مجلس سے
جب اُٹھا تو بہت ناراض ورنجیدہ تھا، آدمی کبھی اپنے دشمنون کے ذریعہ سے بھی شہرت حاصل کر لیتا ہے۔ (بقیہ برصفحہ آیندہ)

لیتا ہے، فتح بن خاقان نے ابن باجہ کی بدوضعی اور رندشربی پر صفحے کے صفحے سیاہ کر ڈالے ہین
مگر اپنی بدوضعی اور عیوب کو پی گیا[1]۔

ابن باجہ کو موسیقی مین اتنا کمال حاصل تھا کہ کئی طرح کے راگ ایجاد کئے تھے، ایک مرتبہ اپنے
آقائے نعمت ابن تیفلویت کی مجلس مین اپنا تصنیف کردہ قصیدہ جسکا مطلع یہ ہے،

جرر الذیل ایما جر ۔۔۔ وصل الشکر منک بالشکر

ایسی پاکیزہ ڈہن مین گایا کہ ابن تیفلویت وجد مین آ کر اپنے کپڑے پہاڑنے لگا اور قسم کہائی کہ ابن باجہ
کے مکان تک راستہ مین سونا بچھا دونگا، ابن باجہ کو یہ سُن کر جان کا خوف پیدا ہوا، فوراً پہلو بدل کر

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ) چنانچہ ابن باجہ کی شہرت کا باعث اسکا یہی دشمن فتح بن خاقان ہے، اس نے قلاید العقیان مین جو کچھ
کہا بعد کے لوگون نے اصلیت سے قطع نظر کرکے سارا کا سارا نقل کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ مشاہیر اسلام کے جس تذکرہ کو
اٹھا کر دیکھو اسمین ابن باجہ کے متعلق فتح بن خاقان کا یہ راہذیان نقل ملیگا:۔ [1] فتح بن خاقان کی یہ عادت تھی کہ جس سے
خفا ہو جاتا اسکا تذکرہ اپنی کتابون مین ہجو آمیز صورتون مین کرتا، چنانچہ لسان الدین بن الخطیب نے خود اسکے تذکرہ مین
یہ ایک عجیب واقعہ درج کیا ہے کہ فتح بن خاقان شراب نوشی کا بہت عادی تھا، اتفاق سے ایک مرتبہ قاضی ابو الفضل
عیاض کی مجلس مین بھی شراب پیکر گیا، بعض حاضرین مجلس بدبو سے سمجھ گئے، اور قاضی صاحب کو اسکی اطلاع ہوئی،
جرم یقینی ثابت تھا، قاضی صاحب نے حد جاری کی، فتح بن خاقان پر اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ قاضی صاحب سے بگڑ گیا،
اور اپنے دوستون سے یہ کہنے لگا کہ مین قلاید العقیان مین قاضی صاحب کا تذکرہ اڑا دونگا، دوستون نے منع کیا اور کہا ممکن ہے
اس واقعہ کو لوگ فراموش کر جائین، لیکن تمہارے اس طرز عمل سے بھولنے نہ پائین گے، کیونکہ جب قاضی صاحب کے اقران و
امثال کا تذکرہ تمہاری کتاب مین پائین گے تو لوگون کو تعجب ہوگا کہ ان قاضی کا تذکرہ کہین نہین ہے، لہذا خواہ مخواہ انکی نظر اس
واقعہ پر پڑیگی اور اس سے تمہاری بددیانتی کا بھی پتہ چلیگا، دوستون کی یہ نصیحت اسکو پسند آئی اور قلائد العقیان مین قاضی صاحب کا
تذکرہ اڑا دینے سے باز رہا لیکن سارے تذکرہ مین اس واقعہ کو ایسا پی گیا کہ کہین اُسکا گمان تک نہین ہوتا۔

ہے لگا کہ میرے جوتے میں سونا بھر دیا جائے تو امیر المومنین کی قسم پوری ہو جائیگی، ابن تفلویت کو یہ بات پسند آئی اور ابن باجہ خوش خوش گھر واپس آیا[1]،

موسیقی میں کمال رکھنے کے باوجود منطق و فلسفہ و طب و ہیئت و ریاضی میں بھی ماہر تھا، اور قریب قریب ان سب فنون میں اُسکی تصنیفات ہیں، ابن ابی اصیبعہ نے اسکی تصنیفات کی فہرست حسب ذیل دی ہے:-

فلسفہ، شرح کتاب السماع الطبیعی لارسطاطالیس، شرح بعض کتاب الآثار العلویۃ لارسطاطالیس، شرح بعض کتاب الکون والفساد لارسطاطالیس، شرح علی بعض المقالات الاخیرۃ من کتاب الحیوان لارسطاطالیس، شرح علی بعض کتاب النبات لارسطاطالیس، ایک رسالہ میں شوق طبعی کی ماہیت بیان کی ہے، رسالۃ الوداع، ضمیمہ رسالۃ الوداع، کتاب اتصال العقل بالانسان، قول علی القوۃ النزوعیہ، فصول تتضمن القول علی اتصال العقل بالانسان، کتاب تدبیر المتوحد، کتاب النفس، حیوۃ المعتزل، تعالیق علی کتاب الفارابی فی الصناعۃ الذہنیۃ، تعالیق حکمیہ، کلام فی الغایۃ الانسانیۃ، کلام فی الاسطقسات، کلام فی الفحص عن النفس النزوعیہ وکیف ہی ولم تنزع وبماذا تنزع، کلام فی الامور التی بہا یمکن الوقوف علی العقل الفعال۔

منطق - کلام فی الاسم والمسمیٰ - کلام فی البرہان - کتاب اسباب البرہان وحقیقتہ، رسائل فی المنطق -

ہیئت - بذ سیر علی الہندسہ والہیئۃ - ہیئت میں ایک رسالہ جو اپنے دوست یوسف بن احمد بن حسدای کے نام پر معنون کیا - جوابہ لما سئل عن ہندسہ بن سید المہندس وطرفہ -

طب - کلام علی اشیٔ من کتاب الادویۃ المفردۃ لجالینوس، کتاب التجربتین علی ادویۃ ابن وافد

[1] مقدمۂ ابن خلدون صفحہ ۳۰۵،

کتاب اختصار الحاوی للرازی، کلام فی المزاج[1]،

اسکے فلسفہ کی بعض کتابیں بہت مشہور ہیں، مثلاً رسائل المنطق، تدبیر المتوحد، حیوۃ المتعزل، اور رسالہ الوداع وغیرہ، رسائل منطق اسکوریال لائبریری میں محفوظ ہیں، اور رسالہ الوداع کا یہودیون نے عبرانی میں ترجمہ جو کیا تھا، اسکا ایک نسخہ پبلک لائبریری پیرس میں ہے، اس رسالہ میں اس نے اس بات سے بحث کی ہے کہ انسان کی قوت محرکہ کی حقیقت کیا ہے اور تقرب خداوندی کے حاصل کرنیکے کیا ذرائع ہیں، نیز ابن رشد کے خلاف یہ ثابت کیا ہے کہ نفس ذاتی بعد مرگ باقی رہتا ہے جو ارسطو کا مذہب ہے، یہ رسالہ اس نے ایک طویل سفر کے دوران میں تصنیف کیا تھا، اور اسی لئے اسکا نام الوداع رکھا[2]۔

ابن باجہ کی تصنیفات اکثر ناقص ہیں، اُسکی وفات کے بعد اسکے ایک شاگرد سید ابو الحسن علی غرناطی نے بعض نادر مسودات کو ترتیب دیکر ایک مجموعہ شایع کیا تھا اور شروع میں مقدمہ کا بھی اضافہ کیا تھا جسمین ابن باجہ کے فلسفہ پر بالاجمال ریویو بھی ہے، چونکہ یہ مقدمہ بعض نادر معلومات پر مشتمل ہے اسلئے ہم جا بجا سے اسکے اقتباسات درج کرتے ہیں:-

"جس زمانہ میں ابن باجہ نے فلسفہ کی تحصیل شروع کی ہے، اسوقت گو ملک کے تعصب مذہبی کی حالت جیسی کی تیسی تھی مگر ابن باجہ نے اُسکا کچھ خیال نہ کیا، وہ برابر ان اطوار و کیفیات کو جو اُسپر وقتاً فوقتاً طاری ہوتی تھین لوگون سے بیان کرتا تھا، اور اپنی کتابون میں فلسفہ کے دقیق مسائل پر بحث کرنے سے گریز کرتا تھا، چنانچہ طبیعیات اور منطق کی بعض تصنیفات سے پتہ چلتا ہے کہ ان علوم میں تبحر کا درجہ اُسکو حاصل تھا، ہان البتہ الٰہیات میں اسکی کوئی کامل تصنیف نہیں ہے، متفرق مسائل پر بعض چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں، لیکن ان رسالون سے بھی اسکی

[1] طبقات الاطبا صفحہ ۶۲ و ۶۳ [2] آثار الادہار صفحہ ۱۴۶،

علمی حالت پر کافی روشنی پڑتی ہے، "الٰہیات تمام علوم کا منتہی ہے، اور طبیعیات محض اُسکی فروع ہیں، ان فروع میں جو تجربہ اُسکو حاصل تھا وہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ الٰہیات میں کیا کچھ اسکو تجربہ حاصل ہوگا، اساطین فلسفہ تین بزرگ ہیں، ابن سینا، فارابی، غزالی، لیکن ابن باجہ کا رتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے"[1]

اسمیں شک نہیں جیسا کہ ابو الحسن علی غرناطی نے لکھا ہے کہ ابن باجہ کا رتبہ فلسفہ میں فارابی اور ابن سینا سے بھی بڑھا ہوا ہے، علوم عقلیہ میں جو کمال اُسکو حاصل تھا اُسکے لحاظ سے وہ اندلس کا ارسطو کہا جاسکتا ہے، فلسفہ میں اُسکے کارنامے تین ہیں،

(۱) اس نے ارسطو کی تصنیفات کی شرحیں لکھیں،

(یہ شرحیں ناتمام تھیں، ابن رشد نے یہ کام انجام کو پہنچایا)

(۲) فلسفہ کی شاخوں پر مستقل کتابیں لکھیں جنمیں اپنی ذاتی تحقیقات درج کیں۔

(ان تحقیقات کی نوعیت و اہمیت آگے چل کر معلوم ہوگی)

(۳) قدیم زمانہ میں فلاسفہ کے درمیان یہ سوال نہایت اہمیت رکھتا تھا کہ انسان کے پاس علم حقیقی حاصل کرنے کا کیا ذریعہ ہے، قائلین وحدت الوجود (پنتھیسٹ) اور دیگر فرق فلاسفہ یہ مانتے چلے آرہے تھے کہ انسان کا کمال مطلق تحصیل علم حقیقی میں مضمر ہے، لیکن سوال یہ تھا کہ یہ حقیقی علم حاصل کسطرح ہوتا ہے؟ افلاطون، ارسطو اور قدیم مشائین اس بات کے قائل تھے کہ انسان کو حقیقی علم صرف ادراک و نظر سے حاصل ہوسکتا ہے، انسان کی عقل خود اس حد تک پہنچ سکتی ہے کہ عقل فعال کے علوم حقہ سے اُسکے علوم کو مطابقت ہوجائے، اس مرتبہ پر آکر نفس ناطقہ کی شخصیت فنا ہوجاتی ہے، اور عاقل و معقول و عقل سب متحد ہوکر عقل فعال میں جذب ہوجاتے ہیں۔

[1] طبقات الاطباء صفحہ ۶۳،

نیوپلیٹونزم (فلسفہ افلاطونیہ جدیدہ) والے یہ کہتے تھے کہ ادراک و نظر یا بالفاظ دیگر عقل ادراک اشیا میں اسی طرح قاصر ہے جسطرح حواس قاصر ہیں، البتہ کشف و ذوق کی کیفیات جب انسان پر طاری ہوتی ہیں تو بیخودی کے عالم میں اگر انسان از خود ایسی باتوں کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے جو اُسکی عقل و حواس دونوں کی دسترس سے باہر ہیں، یہ مشاہدہ عقل کا مشاہدہ نہیں ہے، حواس کا مشاہدہ نہیں ہے بلکہ یہ چشم بصیرت کی قوت کشفی و ذوقی ہے جو انسان کی آنکھوں پر سے پردہ اُٹھادیتی ہے

مسلمانوں میں امام غزالی پر نیوپلیٹونزم کا اثر بہت غالب تھا، اُنکو پہلے حواس کے مشاہدہ میں شک پیدا ہوا، رفتہ رفتہ ادراک و نظر یا بالفاظ دیگر خود عقل کے مشاہدات کے انکار تک نوبت پہنچی، یہانتک کہ آخر میں اُنھوں نے تسلیم کرلیا کہ حقیقی علم عقل سے حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ کشف و ذوق سے حاصل ہوتا ہے۔

امام غزالی نے ارسطو کے فلسفہ پر جو حملے کئے تھے، اُن سے اس فلسفہ کی بیخ و بن میں خامی پیدا ہوگئی تھی، یہ کچھ قابل افسوس بات نہ تھی، لیکن غزالی کے کشف و ذوق کی ضرب نے عقلیت کو بھی کمزور کردیا تھا، اور تشکیک کے حملہ کے مقابلہ میں عقلیت کی یہ بےبسی انسان کی علمی دنیا کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتی تھی، ابن باجہ یہ دیکھکر غزالی کے مقابلہ کو کھڑا ہوگیا، اور عقلیت کی حمایت میں ضخیم کتابیں لکھڈالیں، چنانچہ رسالۃ الوداع، تدبیر المتوحد، حیوۃ المعتزل، وغیرہ اسی خیال کے ثابت کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں کہ انسان کا ناخن عقل حقائق اشیاء کی مضبوط گرہوں کو کھولنے کے لئے کافی ہے[1]۔ ابن باجہ کہتا ہے کہ فکر و نظر کے مقابلہ میں کشف و ذوق محض خیال آرائیوں کے ذریعے ہیں، حقیقی علم جو کچھ حاصل ہوتا ہے، فکر و نظر سے حاصل ہوتا ہے، آدمی فکر و نظر سے وہ دیکھتا ہے جو واقع میں ہے، اور کشف و ذوق سے وہ چیز دکھائی دیتی ہے جو اُسکے خیال میں ہے، اسلئے کشف و ذوق کا

[1] "ابن رشد" رینان صفحہ ۵۹،

علم محض خیال کی ترقی پر منحصر ہے[1]۔

ابن باجہ کے بعد ابن الطفیل اور ابن رشد نے بھی اس بات پر زور دیا کہ انسان کا کمال کشف و ذوق سے نہین بلکہ ادراک و نظر سے وابستہ ہے، ابن الطفیل اور ابن باجہ ہمعصر تھے، اور کشف و ذوق کے مقابلہ مین ادراک و نظر کے پرستار تھے، لیکن باوجود اسکے ایک دوسرے سے شناسائی نہ تھی[2]، البتہ ابن الطفیل نے ابن باجہ کی تصنیفات کا مطالعہ کیا تھا، اور اسکے نظریات کو پسند کرتا تھا، اسی بنا پر ابن الطفیل ابن باجہ کا تذکرہ جابجا کرتا ہے، رسالہ حی بن یقظان کے مقدمہ مین ابن الطفیل نے فکر و نظر اور کشف و ذوق کی تشریح کرکے فلاسفۂ اسلام کی تصنیفات اور اُنکے مذاہب پر باجمال ناقدانہ نظر ڈالی ہے، چنانچہ اس سلسلہ مین ابن باجہ کے متعلق کہتا ہے کہ:-

وہ کشف و ذوق کے طریقے کو ناپسند کرتا تھا، اسکی راے تھی کہ کشف و ذوق محض خیالی باتین ہین، اور ان کا تعلق قوت خیال سے ہے، اس نے اپنی کتابون مین وعدہ کیا ہے کہ ادراک و نظر کی راہ سے تمام اسرار عالم کے کھولنے کی کوشش کرونگا، لیکن کچھ تنگی وقت کے باعث اور کچھ کسب معیشت اور حصول جاہ و دولت کی فکرون مین مبتلا ہوکر وہ اپنا وعدہ پورا نہ کرسکا[3]۔

پھر فلاسفۂ اندلس کے تذکرہ کے ذیل مین لکھتا ہے:-

"جن فلاسفہ نے فکر و نظر کے ذریعہ سے اسرار عالم کو حل کیا ہے، انکی کتابین اندلس مین نادر و کمیاب ہین، اور ارسطو، فارابی، اور ابن سینا کے ذریعہ جو کچھ سرمایہ ہم تک پہنچا ہے وہ ناکافی ہے، خود اہل اندلس نے بھی اس جانب کچھ زیادہ توجہ نہین کی، فلسفہ کی عام اشاعت کے پیشتر زیادہ تر لوگ علوم ریاضیہ مین وقت صرف کرتے تھے، اور جب سے فلسفہ کی عام اشاعت ہوئی اسوقت سے کوئی ماہر فلسفی اب تک اندلس مین پیدا نہین ہوا، ہان البتہ ابوبکر بن الصائغ مستثنیٰ ہے وہ

[1] رسالہ حی بن یقظان لابن الطفیل صفحہ ۳، [2] ایضاً صفحہ ۶، [3] ایضاً صفحہ ۵،

نہایت ماہر فلسفی تھا، اسکے خیالات سب سے زیادہ صحیح ہوتے تھے، اور اسکی راے سب سے زیادہ صائب ہوتی تھی، لیکن افسوس یہ ہے کہ اسکی مختصر زندگی دنیا کے قصون بکھیڑون مین پھنسی رہی اور اور اپنے خیالات حیز تحریر مین لانے سے پیشتر ہی وہ مرگیا، اُسکی بہترین تصنیفات مثلاً کتاب النفس، تدبیر المتوحد، حیوۃ المعتزل، اور رسائل منطق وغیرہ بیشتر ناقص ہین، اور اُن بڑی کتابون کے علاوہ کچھ کچھ چھوٹے رسالے ہین جنمین اس نے از خود اول تو اپنے فلسفہ کی تشریح سے احتراز کیا ہے، دوسرے ان رسائل کا اسلوب تحریر بھی پیچیدہ ہے، اور اگر اُسکو وقت ملتا تو وہ اپنی تصنیفات پر نظر ثانی کرکے انکو درست کردیتا جیسا کہ اس نے وعدہ بھی کیا تھا، لیکن بیوقت موت نے تمام امیدون پر پانی پھیردیا[1]۔

ابن باجہ کی بہترین تصنیف جسمین اس نے اپنے فلسفہ کی تشریح کی ہے، (جیسا کہ ابن الطفیل نے لکھا ہے) تدبیر المتوحد، اور حیوۃ المعتزل ہین، چونکہ ابن رشد بھی ابن باجہ کے مسلک کا پیرو تھا، اور افلاطون کے سیاسی نظریات کا مؤید ہونے کے باعث ابن باجہ کی سیاسی تھیوری کا بھی قائل تھا، (ابن باجہ اور افلاطون کے نظریات کی مماثلت آگے چل کر معلوم ہوگی) اس بنا پر ابن باجہ کی خاص کتاب یعنی حیوۃ المعتزل (جسمین اسکے سیاسی نظریات کی تشریح بتفصیل مذکور ہے) کا تذکرہ کتاب الاتصال مین اسطرح کرتا ہے:-

"ابن الصائغ نے اس کتاب مین ایک سیاسی تھیوری پیش کی ہے، جسکا تعلق ان انسانی جماعتون سے ہے جو نہایت امن و امان کے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہین، لیکن افسوس یہ ہے کہ کتاب ناقص ہے، یہ سیاسی نظریہ جسپر متقدمین نے بھی کم لکھا ہے، اُسکی ایک اور کتاب مین شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے"

[1] رسالہ حی بن یقظان صفحہ ۷،

یہ کتاب ناقص ہونے کے علاوہ اُسکی دیگر تصنیفات کی طرح اب مفقود ہے، موسیٰ بزبونی نے جو چودہوین صدی عیسوی مین ایک مشہور یہودی فلسفی ہوا ہے، شرح رسالہ حی بن یقظان مین اُس سے اکثر فواید نقل کئے ہین، موسیٰ کے بیان کے مطابق ابن باجہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسان محض اپنی فطری نشو ونما کے بل پر کسطرح عقل فعال سے اتصال حاصل کرسکتا ہے، قریب قریب یہی مقصد ابن الطفیل کا حی بن یقظان مین بھی ہے، انسان ہیئت اجتماعی سے الگ ہوکر گو اجتماعی مفاسد سے بچا رہتا ہے، لیکن دماغی تربیت کے سلسلہ مین وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ سوسائٹی سے جلب منفعت بھی کرتا ہے، بالفاظ دیگر ابن باجہ کے نظریہ کے مطابق انسان کے لئے بحیثیت انسان ہونیکے سوسائٹی کے اثرات سے محفوظ رہنا قطعاً ناممکن ہے، ایک عزلت گزین شخص سوسائٹی کے گندے اخلاق سے گو حفاظت مین رہتا ہے، لیکن اُسکا اندرونی جوہر انسانیت سوسائٹی کے بہترین اخلاق حسنہ کے جلب واکتساب سے اُسکو باز نہین رہنے دیتا، سوسائٹی سے جلب منفعت کی اسی قدرتی قوت کی بنا پر ابن باجہ عزلت گزینی کی صلاح نہین دیتا، بلکہ یہین سے وہ اپنے مکمل سیاسی نظریہ کی داستان شروع کردیتا ہے، جسکے متعلق اسکا دعوی ہے کہ بدسے بدتر سوسائٹی بھی اس سیاسی نظام کے ماتحت آکر انسانیت کے اصلی سیاسی نصب العین کو حاصل کرسکتی ہے،

ابن باجہ نے اس نظریہ کی داستان لفظ "تدبیر" کی فلسفیانہ تشریح سے شروع کی ہے[1]، اُسکی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ تدبیر کا جو مفہوم ہے اُسکے لحاظ سے کسی ایک شخص کے فعل کو خواہ وہ کیسا ہی منظم اور باقاعدہ ہو تدبیر نہین کہہ سکتے بلکہ تدبیر چند باقاعدہ اور منظم اعمال کے مجموعہ کو کہتے ہین جنکی ترتیب و تنظیم مین کوئی خاص غایت ملحوظ ہوتی ہے، اور اُسکے ساتھ کسی ذی شعور ہستی کا دست قدرت اُن پر کارفرما ہوتا ہے، انتظام مملکت تدبیر کا ایک ادنی کرشمہ ہے کہ انسانی ارادہ بساط عالم پر ہر لحظہ نئے نئے

[1] افلاطون نے عدل: انصاف اور حق کی تشریح سے ابتدا کی ہے -

مہرے بدلا کرتا ہے، اور تدبیر کون قدرت کی کارفرمائی کا جلوہ گاہ ہے کہ یہان ہر روز ایک نیا تماشہ نظر آتا ہے،

غرض تدبیر کی لفظی تشریح سے یہ بات بھی روشن ہوگئی کہ تدبیر کا جلوہ یا قدرت کے اعمال مین نظر آتا ہے، یا انسان کے مصنوعی اعمال وافعال مین، اسکے علاوہ اور کہین تدبیر کا نام ونشان نہین پایا جاتا، کیونکہ انسان کے علاوہ تمام مخلوقات کے افعال مین بصیرت وارادہ کو بالکل دخل نہین ہوتا، حالانکہ تدبیر کے مفہوم مین ارادہ وغور وفکر کو خاص طور پر ملحوظ رہنا چاہیئے، اب تدبیر کی لفظی ومعنوی تشریح سے ایک نیا سوال یہ پیدا ہوا کہ انسان کی سیاسی تدبیر کی داغ بیل کسطرح ڈالی جائے، اور انسان کا طریق مملکت کیا ہو، لیکن تدبیر سیاسی چونکہ ایک ادنی کرشمہ عمل ہے، اِسلئے قبل اسکے کہ کسی مکمل سیاسی نظریہ کی داستان شروع کیجائے، حیوانی اور انسانی اعمال کے باہمی فرق کو سمجھ لینا بھی ضروری ہے،

قدرت نے حیوان وانسان کی تخلیق مین خاص خاص اغراض ملحوظ رکھی ہین، اور انہین اغراض کی بنا پر انکی دماغی ساخت، نیز اُن کے دائرہ عمل مین بھی نمایان فرق موجود ہے، حیوانی اعمال ہدایت فطری کے ماتحت انجام پاتے ہین، ہدایت فطری سے مراد یہ ہے کہ قدرت نے خود اپنی جانب سے حیوانات کو اپنے منافع ومضرات کا شعور تام عطا کردیا ہے، اور یہی شعور ان کے تمام اعمال کا مبدا ہے، بخلاف انسان کے کہ اسکے اعمال تمامتر مبنی ہوتے ہین تجربہ وتصفح پر، اسکو قدرت کی جانب سے کوئی شعور نہین دیا گیا، وہ اپنے منافع ومضرات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اپنی دماغی تربیت کا محتاج ہے، اس بنا پر انسان سے جتنے افعال صادر ہوتے ہین، ان کا مبدا خود اُسکا ارادہ ہوتا ہے، ارادہ سے مراد یہ ہے کہ اُسکی عقل نشو ونما پاکر اسکے دماغ مین ذمہ داری کا احساس پیدا کرتی ہے، اور یہ احساس علم وادراک اور تجربہ ونظر کے ذریعہ سے پھیلتا پھولتا اور مضبوط ہوتا ہے، مختصر الفاظ مین یون سمجھو کہ حیوانی افعال محض حواس خمسہ ظاہری کے مختلف علائم وآثار پر مبنی ہوتے ہین،

یعنی حواس ظاہری تمیز طبعی حیوانی کی معلم ہین، اور انسانی اعمال ان علائم و آثار کے حدود سے گذر کر تجربہ استقرار، اور احساس فرض کے حدود مین داخل ہوتے ہین، یعنی تجربہ تمیز طبعی انسانی کا معلم ہے۔

اسکے علاوہ حیوانی اور انسانی افعال مین ایک بڑا فرق یہ ہے کہ حیوان کے محرضات عمل پست درجہ کے ہوتے ہین اور اُنکی غرض محض جلب منفعت ہوتی ہے، بخلاف اسکے انسان کے محرضات عمل نفع و ضرر کے احساس نہین ہین، بلکہ ان حدود سے گذر کر اعلیٰ اغراض اُسکی تحریک کے باعث ہوتے ہین، اس فرق کو ابن باجہ مثال کے ذریعہ سے یون واضح کرتا ہے کہ فرض کرو ایک شخص راہ مین جا رہا تھا، اتفاقاً ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا، اور جو اذیت اُسکو پہنچی اس سے متاثر ہو کر اس نے پتھر کو راستہ سے دور پھینکدیا، اُسکے مقابل دوسرا شخص فرض کرو جسکو پتھر سے اذیت تو نہین پہنچی لیکن محض اس خیال سے کہ مبادا اس پتھر سے کسی کو اذیت نہ پہنچے، اس نے پتھر کو راستہ سے ہٹا دیا، یہ دو مثالین ہین جو دو مختلف اعمال انسان کی تصویرین پیش کرتی ہین، لیکن غور کرو پہلی مثال مین جو اس شخص نے پتھر کو راستہ سے ہٹا دیا تو کیا اُسکی جگہ پر اگر اور کوئی حیوان ہوتا تو یہ نکرتا، کون جاندار ایسا ہے جو مضرت کو محسوس کرکے اُسکو ہٹاتا نہین، اور مسرت محسوس کرکے اسکی جانب راغب نہین ہوتا، بخلاف دوسری مثال کے کہ اسمین جس عمل انسانی کی تصویر پیش کیگئی ہے وہ ایک ارادی عمل ہے جو شعور عقلی کی ماتحتی مین انجام پایا ہے، اور عاقبت اندیشی مآل بینی اور استقامت پر مبنی ہے، پہلا عمل بھی بلاشبہہ عمل نافع ہے، لیکن دوسرے عمل کی مزید مزیت یہ ہے کہ وہ عمل نافع ہونے کے باوجود عمل مستقیم بھی ہے، یعنی ایسا عمل ہے جو فطری تقاضے کے مطابق صادر ہوا ہے، یہی اعمال مستقیمہ ہین، جن سے انسان کی اخلاقی اصلاح ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ انسان ملکوتیت کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

غرض حیوانی اور انسانی اعمال کا یہ فرق بتا کر ابن باجہ اس نتیجہ تک پہنچا کہ انسان کی سیاسی فلاح صرف اس بات پر منحصر ہے کہ حکومت کی بنا منفعت و مضرت کے سطحی احساس پر نہ قائم کیجائے

بلکہ باقاعدگی و انتظام کے ساتھ طریق حکومت مین فطرت کی نقالی کا لحاظ رکھا جائے، مثال مین دیکھو سوسائٹی کو ججون اور طبیبون کی ضرورت کیون ہوتی ہے؟ اسلئے کہ لوگ ذرا ذرا سی منفعتون کے خاطر ایک دوسرے کے حقوق پر تعدی کرتے ہین، اور بامزہ اور خوش ذائقہ چیزون سے لذت حاصل کرنے کی غرض سے اپنی صحت کو خطرہ مین ڈالتے ہین، لیکن اگر یہ اصول ملحوظ رہے کہ ہماری زندگی کا مقصد التذاذ مادی نہین بلکہ اصول فطرت کی پابندی ہے تو لوگون کی نہ صحتین خراب ہون اور نہ آئے دن کے باہمی جھگڑے فساد پیدا ہون، لیکن اگر کسی جماعت کی اخلاقی سطح اس حد تک بلند ہو گئی تو تمہین بتاؤ کہ اس جماعت کو طبیبون اور قاضیون کی کیا ضرورت رہی؟ پس فطرت کی نقالی اور التذاذ مادی سے بے پروائی یہی دو اصول ہین جنکو ملحوظ رکھکر با امن اور صلح جو طریق حکومت سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے ورنہ ہر وہ طریق سیاست جسمین یہ اصول نظرانداز کردیئے گئے ہین جبرو

لہ افلاطون نے بھی قریب قریب اپنی جمہوریت کے یہی اصول بتائے ہین، وہ کہتا ہے حکومت کو قاضیون کی ضرورت تو بیشک ہے مگر شاعرون اور طبیبون کی بالکل ضرورت نہین، لوگون کو قانوناً اصول حفظان صحت پر عمل کرنے کا عادی بنانا چاہیئے، اور اسکے بعد طبیب بالکل بیکار ہین، شاعری تین طرح کی ہوتی ہے، محض محاکات محض تخیل اور دونون مخلوط، لیکن اُن مین سے صرف پہلی قسم مفید ہے، باقی اور دونون قسمون کا اثر انسانی کیرکٹر پر کچھ اچھا نہین پڑتا، اسلئے محض محاکات کی تعلیم نہ صرف اورون کے لئے ضروری ہے بلکہ قانوناً شاعرون کو بھی اس بات پر مجبور کرنا چاہیئے کہ وہ تخیل کو چھوڑ کر محض محاکات پر قناعت کرین، ہان البتہ شاعرون، طبیبون اور قاضیون مین صرف قاضیون کی جماعت انسان کے لئے ضروری ہے، مگر نہ اس وجہ سے کہ وہ تعزیر جاری کرتی ہے بلکہ اسلئے کہ وہ سوسائٹی کے اخلاق کی نگرانی کرتی ہے، اس بناپر دنیا کے جس قانون مین تعزیر کے ساتھ نیکوکاری کی عملی تعلیم کا لحاظ نہ کیا گیا ہو، وہ سوسائٹی کے لئے آرڈر اسٹینڈرڈ سے زیادہ کوئی قیمت نہین رکھتا۔

استبداد کا آلہ بآسانی بن سکتا ہے۔

آخر مین سیاسی نظریہ کی تشریح سے فراغت پانے کے بعد افلاطون کی طرح ابن باجہ کو بھی بھولا ہوا سبق یاد آتا ہے، یعنی یکبارگی سیاست کو چھوڑکر وہ صور ومعقولات روحانیہ کی بحث چھیڑ دیتا ہے، لیکن افلاطون اور ابن باجہ کے صور روحانیہ مین بڑا فرق ہے، افلاطون کے کلّیات مجردہ عالم عقلی کے بسنے والے اور چشم بصیرت سے نظر آتے ہین، اور ابن باجہ کے کلّیات صرف ظرف ذہن کے اندر بند ہین، یہان آکر ابن باجہ ارسطو کا پورا مقلد نظر آتا ہے، یہ بحث ابن باجہ کے فلسفہ مین بہت طویل ہے لیکن باوجود اسکے ابن باجہ یہ بتانے سے قاصر رہا کہ عقل فعال سے عقل مادی کا انصال کیونکر ہوتا ہے، اور حق یہ ہے کہ اس راز کے انکشاف کا قرعۂ فال ازل سے ابن رشد کے نام پڑا تھا، یہانتک کہ خود ارسطو بھی اس عقدہ کو حل نہ کرسکا تھا۔

---

۱ قدما کی سیاسی نظریات کی یہ خصوصیت تھی کہ ان مین علم اخلاق اور علم سیاست کے حدود ملے جلے ہوتے تھے، افلاطون کے سیاسی نظریات بعینہ اسکے اخلاقی نظریے ہین، افلاطون کے بعد ارسطو نے اس نقص کو رفع کرکے دونون علمون کے حدود کو الگ الگ کیا، لیکن ابن باجہ کے سیاسی نظریہ مین پھر یہ دونون علم مل گئے، تاہم ابن باجہ اور افلاطون کے نظریات مین تھوڑا فرق اب بھی باقی رہا، افلاطون نے کلیات مجردہ کے اصول کی بنا پر پہلے انسان کو بحیثیت مجموعی لیا ہے، اور اسکے بعد ان اصولون کو افراد پر الگ الگ منطبق کیا ہے، بخلاف ابن باجہ کے کہ وہ ابتدا سے اصول سیاست کو اخلاق و روحانیت کی بنا پر قائم کر رہا ہے، گویا افلاطون کا سیاسی نظریہ آلہیات کے نقطۂ نظر سے ترتیب دیا گیا ہے، اور ابن باجہ کا نظریہ محض اخلاقی حیثیت رکھتا ہے،

پاپایانِ مقدس

از مولوی خلیل الرحمن صاحب مترجم نفح الطیب و تاریخ اندلس مسٹر اسکاٹ

ستمبر کے معارف کے شذرات مین ایک شذرہ تھا کہ پوپ نے موجودہ یورپ کی اخلاقی پستی پر نوحہ کیا ہے، اسی سلسلہ مین لکھا گیا تھا کہ پوپ صاحب اپنی جن آستینون سے یورپ کی بداخلاقی کی کھیون کو ہنکانا چاہتے ہین انکو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ خود انکی قباے پاپائیت کی لمبی آستین تو شیرہ مین لت پت نہین ہے، جو کھیون کی افزائش کا سبب بنجائے، ہمارے ایک دوست نے اعتراض کیا کہ اس دعویٰ پر تاریخی سند درکار ہے، ہم مولوی خلیل الرحمن صاحب کے شکر گذار ہین کہ انھون نے معترض دوست کی تشفی کی خاطر ہمکو تلاش سند کی زحمت سے نجات بخشی۔

مسٹر سکاٹ امریکی نے اپنی عدیم النظیر تاریخ مین ایک "باب آٹھوین صدی سے سولھوین صدی تک یورپ کی حالت" قائم کیا ہے۔ یہ باب اسقدر دلچسپ ہے اور اسمین ایسی معلومات کا ذخیرہ ہے جسکو مسلمانون کو بار بار پڑھنا چاہیئے، اور اس سے وہ باتین معلوم ہونگی جو بغیر ہزار ہا اوراق پڑھے دوسری جگہ نہین معلوم ہوسکتین، اگرچہ مین نے کل کتاب کو ایک ایک باب کرکے شائع کردینے کا قصد کرلیا ہے مگر اس باب کی نوبت اتنے عرصہ کے بعد آئیگی کہ جی نہین چاہتا کہ شائقین اتنا انتظار کرین، سردست اس باب مین سے پوپون کے متعلق جو کچھ انھون نے لکھا ہے، اسکا اختصار ناظرین معارف کی خدمات مبارک مین پیش کرتا ہون،

خیال ہوسکتا ہے کہ تاریخ اندلس کو اس باب سے کیا تعلق ہے، اسلئے مسٹر سکاٹ کی تمہیدی عبارت

ذیل مین لکہتا ہون:

"اس خیال سے کہ ناظرین اندلسی عربون کے تفوق و اولیت کو سمجھ سکین، اور انکی اخلاقی و ذہنی ترقیات کا کچھ اندازہ کرسکین، اور علوم و فنون مین جو کچھ اُنہون نے کمال دکہلایا تہا اُسکو جانچ سکین، مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مین صرف مقابلہ کے لئے ان کے سامنے اس زمانہ کے یورپ کی دینی و تمدنی و ملکی حالت کا ایک سطحی نقشہ پیش کردون۔"

یہ نقشہ اگر کسی مسلمان قلم سے کہنچیگا تو تعصب کی حرفگیری سمجھی جائیگی، اسلئے بہتر ہے کہ خود ایک عیسائی قلم کا کہنچا ہوا نقشہ آپ کے سامنے پیش کرون، مسٹر سکاٹ کہتے ہین:-

"علم تاریخ کا کوئی شعبہ انسانی دغا و فریب اور انسانی کمزوری کی ایک بھی ایسی مثال پیش نہین کرسکتا جیسی کہ پوپون کے حرص و آز یا سازشون اور عیوب کے قصے، اس خصوص مین یہ امر ہمیشہ اور ہر وقت ملحوظ رکہنا چاہیئے کہ اصول مذہب مسیحی کے مطابق پاپاے مقدس کمال روحانی کا ایک فانی مجسمہ اور خداے قادر مطلق کا نائب فی الارض ہے، یہی وجہ ہے کہ خواہ قوت فیصلہ کی کوئی غلطی ہو، یا عقاید کے متعلق ایک حقیر بحث، اگر اسکو ایک پوپ منظور کرجائے، اور اسکا جانشین اُسکو مشکوک قرار دیدے تب بھی دونون کی معصومیت کا دعوی برابر قائم رہ سکتا ہے، یہی دعوی وہ بنیاد ہے جسپر تمام کلیسائی عمارت کا قیام ہے، اس حیثیت سے کہ پوپ بعینہ اسی طرح مسیح کے جانشین ہوتے ہین جیسے کہ آپ کے حواری تھے اسلئے ان (پوپون) کو عالم اکل ہونے کا درجہ حاصل ہے، ان گنوارون کی نگاہ مین جو پوپ کے حلقہ ارادت مین داخل تھے یا ہین، (خواہ وہ کتنے ہی دورافتادہ ممالک مین بستے ہون) پوپ کی تمثیل، اپنے ارکین دربار، اسکے تعلقات، اُسکے اشغال، اُسکی سیر و تفریح، اسکا مذاق، اسکی عادت و خصلت، اور اسکی گفتگو، غرض ہر چیز جو پوپ سے تعلق رکہتی ہے، اسکی وہ وقعت تھی اور ہے کہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کی نہین ہوسکتی، پوپ کے جیسے رتبہ و اقتدار پر پہنچنے کے امکانات زمانۂ اصنام پرستی مین ہو ہی

نہین سکتے تھے، جو شخص ذرا چست و چالاک اور لائق ہوتا خواہ وہ ایک کمینہ نسل کا فرد ہوتا، اسکو سینٹ پیٹر کے تخت پر جلوہ گر ہونے کی امید ہوسکتی تھی، ایسے آدمی بھی اس رتبہ پر پہنچ سکتے تھے جنکے عیوب کو اس زمانہ کی سامحت نے اسلئے معاف کردیا ہو یا کم ازکم اُن سے چشم پوشی کی ہو کہ وہ اپنی ریشہ دوانیون سے کامیاب رہا ہو، اور پھر اپنے پیشہ کے تقدس کو اُس نے کامیاب رکہا ہو۔

غرض یہ کیفیت تھی روم کی پاپائی کی جو دنیاوی طاقتون مین سب سے بلند درجہ رکہتی تھی، سب سے زیادہ اُسکا اقتدار بڑہا ہوا تہا، اور سب سے زیادہ بدنام تھی، یہ دینی بادشاہ اسکی بہت ہی کم پروا کرتے تھے کہ صحت عقاید قائم رہے، یا نرہے، بہرحال اس شخص کی زبان دنیاے مسیحی کا قانون یا شریعت تھی،

کلیسائی تواریخ کا مطالعہ کرنے والے حضرات کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ ابتداے زمانۂ مسیحیت مین دین مسیحی پر اصول یہودیت زیادہ غالب تھے، اور یہی اصول پادریون کی پالیسی کے روح و روان تھے اور ان ہی بازؤن پر وہ اُڑتے تھے، اُنکو زمانۂ اصنام پرستی کے خیالات اور مراسم کو جو اُنہین رومیون سے ملے تھے، وہ کسی طرح اپنے سے الگ نہین کرسکتے تھے، مختلف زمانون مین ہر ایک پوپ کے خیالات ایسے تھے جو صاف طور پر عقاید دین مسیحی کے بالکل خلاف تھے، مثلاً سینٹ کلےمنٹ ازروے عقاید اریوسی (منکر لاہوت مسیح) تہا، انسٹی سی ایس نسطوری تہا، آنوری اس تثلیث کو نہین مانتا تہا بلکہ عقیدۃً موحد تہا، جان بست و دوم کہلا کہلا ملحد تہا، اور وجود باری تعالی کا انکار کرتا تہا، متضاد اصول مذہب، تند و ترش مباحث، خوفناک لعنتین اور بددعائین، جو ان بے دینانہ اصول و ضوابط کے تسلیم کرلینے کا نتیجہ ہین وہ تمام دنیاے مسیحی مین ایک طوفان بے تمیزی بپا کیے ہوے ہین، اور انکی وجہ سے ہر طرف سے لعنت و ملامت کی بوچھار ہوتی تھی، جیسے جیسے پوپون کی طاقت و اقتدار بڑہتے گئے، بلند نظر اور خودغرض، آوارہ گرد اور قسمت آزما لوگ اس جلیل القدر منصب کے لئے کوششین کرنے لگے، لوگون نے اس رتبہ پر پہنچنے کے لئے نہایت ذلیل اور مفسدانہ تدابیر اختیار کین،

اور کامیاب ہوئے، ایک پوپ نے اپنا تخت دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا، تاج شاہی کی طرح ایک نے دوسرے سے چھینا، پادریون نے اسکو نیلام پر چڑہایا، اور کسی دولتمند نے اسکو خریدا، بعض پوپون نے حکم خدمت دین بھی حاصل نہین کیا، بعضون کا اس درجہ پر پہنچنے سے پہلے اصطباغ لینا بھی ثابت نہین ہوتا، ایسی مثالین اکثر موجود ہین کہ "اکلیل پاپائی" اور "تاج تثلیثی" بچون اور نابالغون کے سر پر رکھا گیا، چنانچہ جان دوازدہم اور بنیے ڈکٹ یازدہم ابھی تیرہ ہی برس کے بھی نہوئے تھے کہ انکے ہاتھون مین عیسائیون کی دینی و روحانی حکومت دیدیگئی۔

بعض نائبان مسیح ازروے نسب نہایت گمنام خاندان سے تھے، اور بعض کی پیدائش کے قصے نہایت شرمناک تھے، سٹی فن ہفتم، جان دہم، یازدہم دوازدہم، بونی فیس ہفتم، اگر گیوری ہفتم سب کے سب فاجرہ عورتون کے بطن سے تھے، بعض بعض پوپون کے دامن پر تو صاف اولاد حرام ہونے کا دہبہ ہے۔ مشہور بیسوا "مروزیہ" عمر بھر تخت پاپائی کو اپنی انگلیون پر نچاتی رہی ہے، آٹھ ایسے پوپون کو اُس نے تخت پاپائی پر بٹھایا جو اُسکے آشنا تھے یا بطنی بیٹے، ان مین سے ایک رشتہ مین اسکا بیٹا بھی تھا اور پوتا بھی۔

اسکے زمانہ کا ایک قصہ مشہور ہے جسکو مصنفین نے محض فرضی افسانہ کہا ہے، لیکن اسکے ثبوت مین ایسی قومی شہادتین موجود ہین، جنکو منکرین کے سخت جرح و تعدیل بھی سقیم نہین کر سکتے، دین قدیم (مسیحی) کے مورخین مدتون سے یہ کہہ رہے ہین، اور عام طور پر انکی تائید کیجاتی ہے، کہ دنیاے مسیحی کے دار السلطنت مین جو بے شمار شہداء کے خون سے مقدس ہو چکا تھا، جو پاپاؤن کے مایۂ ناز عروج سلطنت روحانی کی سیکڑون یادگارین اپنے گود مین لئے ہوئے ہے، اور کلیسا کی بہت سی فتوحات سے معراج کمال پر پہنچا ہوا ہے، ایک نہایت عجیب وغریب معجزہ ہوا، کہتے ہین کہ پوپ جان ہشتم جسکا عورت یا مرد ہونا سواے اس خوش قسمت کے اور کسی کو معلوم نہ تھا جو اسکا آشنا تھا، ایک دینی و روحانی تہوار کے

مراسم ادا کرکے واپس آرہے تھے، بڑے بڑے اساقفہ تجمل و شان کے ساتھ اسکے جلو مین تھے، پاپائی کے نشانات قوت و صولت سے آنکھین چوندھیائی جاتی تہین کہ جناب پوپ کو درد زِہ ہوا اور روم کے ایک بارونق شارع عام پر اس نے وضع حمل کیا،

اس فضیح مصیبت کا ثابت شدہ تسلیم کرلینا اور پھر اسکی تردید کرنا کلیسائی فن تاریخ کے نہایت لطف انگیز واقعات مین سے ایک ہے، . . . بہرحال نتیجہ یہ ہوا کہ لیو دہم کے زمانہ تک جب کوئی نیا پوپ تخت پاپائی پر بٹھایا جاتا تھا تو کچھ ایسی رسمین (جو کہی نہین جا سکتین) علی رؤس الاشہاد کیجاتی تہین، جن سے تمام حاضرین کو معلوم ہوجاتا تھا کہ وہ شخص مرد ہے یا عورت، . . . لیکن یہ واقعہ فی نفسہ صحیح ہو یا غلط، جو کچھ اس اشاعت و فضیحت کا نتیجہ ہوا، اگر اسکا مقابلہ ان جرائم سے کیا جائے جو کئی صدیان برابر تاریخ پاپائی روم مین درج ہوتے چلے آئے ہین، اور جنھون نے فی الحقیقت پاپائی کے درخشندہ چہرہ کو کالا کیا ہے، تو ایک زنانہ پوپ کا تخت نشین ہونا کچھ زیادہ وقیع نہین معلوم ہوتا، شاہان کلیسا کی بے شرمانہ دنائت نفس نے ایک زمانہ سے ان ضوابط کو بدنام کیا تھا کہ جسکے موافق خدا کی یہ نیک مخلوق مسیح کے حواریون کے تخت پر بیٹھکر خدا کے نائب بنتے ہین، دار السلطنت پاپائی کے پادریون کے فسق و فجور کی یہ کیفیت تھی کہ جو پوپ اپنی زندگی بے لوث گزارنا چاہتا تھا، وہ ایک گھنٹہ بھی زندہ نہین رہ سکتا تھا، چنانچہ پوپ سی لسٹائن کو پادریون کے اشارہ سے تخت مسیح پر بیٹھنے کے اٹھارہ روز کے بعد زہر دیدیا گیا، ویڈرین پنجم ابھی تخت پاپائی پر بیٹھنے کی رسمین ادا کر رہا تھا کہ پادریون کے مجمع مین کھڑے کھڑے ایک زہر ہلاہل سے مار ڈالا گیا،

امیدوار پاپائی کے حامیتی ایک دوسرے کے ایسے خون کے پیاسے ہوتے تھے کہ سیاسی معاملات مین بھی ایسی دشمنیان بہت کم پائی جاتی ہین، پاپائی کا امیدوار اپنے مخالف کو بہت بُرے الفاظ سے مشتہر کیا کرتا تھا، ایک دوسرے کو پاپائی کا معاند بتلاتا تھا، پادریون کے لغات کی کتاب

ضخیم ہے، ان کے یہان لعن طعن کی کمی نہین، وہ اس قبیل کے تمام الفاظ کی مشق اپنے مخالف پر کرتے تھے، اور آخر مین تھک کر ایک دوسرے کو غضب الٰہی کے حوالہ کر دیتے تھے، ناکامیاب اُمیدوار کو ہر قسم کی ایذائین دیجاتی تھین، کبھی اُسکے ناک، کان کاٹ ڈالے جاتے تھے، کبھی آنکھین پھوڑ دی جاتی تھین، کبھی زبان نکال ڈالی جاتی تھی، بعض قید خانون مین سڑ سڑ کر مرے ہین، بعض بھوکون مار ڈالے گئے ہین، اُن کے حامیتون کی اس سے زیادہ دُرگت بنتی تھی، اپنے خوفناک اور متمرد بدمقابل کے ساتھ کوئی قبیح سے قبیح فعل کرنا بھی بُرا نہین سمجھا جاتا تھا۔ انوسنیٹ چہارم نے شاہ فریڈرک کے خاص معتبر طبیب کو اپنے بادشاہ اور آقا کے مار ڈالنے کے لئے متعین کیا تھا، کلے منیٹ ہفتم نے شاہ ہنری ہفتم کو زہر دیا تھا، میڈلیسی کے قتل کی تدابیر پوپ سکٹس چہارم نے کی تھین، چنانچہ وہ عین قربانگاہ کے سامنے قتل کیا گیا، لطف یہ ہے کہ رسم ذبیحۃ القدس کو اسکے قتل کا اشارہ مقرر کیا گیا تھا، اور یہ رسم ادا کرنیوالا بھی ایک اسقف ہی تھا، روم کی نصف آبادی فارموسس کی کینہ توزی کی نذر ہوگئی، یہ تباہی اسکے مرنے کے بعد بھی جاری رہی، اور اس نے اٹلی کے ایک بہترین صوبہ کو بالکل برباد کر دیا۔ ۔ ۔

جن مختلف طریقون اور انواع و اقسام کے مکر و فریب سے نائبانِ مسیح کا خزانہ بھرا جاتا تھا اسکی برابری دنیا کا لائق ترین وزیر مال بھی نہ کر سکا ہے، نہ کر سکیگا، ان ناک مین دم کر دینوالی بے رحمانہ ضروریات کا جو ان لامحدود اختیارات رکھنے والے حضرات کو لاحق رہتی تھین پورا کرنا لازمی اور فرض تھا، جناب پوپ وہ وہ ترکیبین ایجاد کرتے تھے جو ہر ایک قانون اخلاق کو توڑ پھوڑ کر رکھدیتی تھین، مگر جب وہ قوی سے فعل مین آتی تھین تو وہ دماغ قابل داد معلوم ہوتا تھا جس سے وہ تدابیر نکلتی تھین، سیمونیۃ یعنی عہدہا سے کلیسا کی بیع نہ صرف اکثر ہوتی تھی بلکہ اُسکے دلائل جواز وہ لوگ بیان کرتے تھے کہ جنکے ذمہ اُسکی حفاظت ہوتی تھی۔ جو اُمیدوار پاپائی سب سے زیادہ دولتمند ہوتا تھا خواہ وہ ایسی بیماری مین مبتلا ہوتا کہ اسکا جلد مرجانا سب کے نزدیک تیقن ہوتا، مگر وہ ضرور اپنی آرزو مین کامیاب ہوجاتا تھا، ایک

پادری کی ٹوپی کی قیمت ایک ہزار سے دس ہزار روپیہ تک ہوتی تھی، اور ایک اسقف کی چادر کی قیمت کلیسائی بازار مین اس سے بھی زیادہ اُٹھتی تھی، اسکی وجہ یہ تھی کہ جس عہدہ کا وہ چادر نشان ہوتی تھی، اُسکی آمدنی کسی طرح تیس ہزار اشرفیون سے کم نہوتی تھی، ہر ایک اسقف اعظم کی موت پر اس ٹیکس کے ادا کرنے کے لئے ہر ایک نئے اُمیدوار کو اکثر قربانگاہ کا سامان تک کسی یہودی سودخوار کے پاس گرو رکھنا پڑتا تھا، کیونکہ یہی لوگ اتنی رقم خطیر کسی کو قرض دینے کی حیثیت رکھتے تھے، دیندار عیسائیون کو اکثر یہ شکایت کرتے ہوئے سُنا جاتا تھا کہ یہودیون کے بچے اُن برتنون سے کھیلتے پھرتے ہین جو دینی ضرورتون کے لئے بالخصوص پاک کئے جاتے ہین، نیز یہ کہ اُن کے یہودی والدین اپنے ناپاک گھرون مین ان برتنون کا استعمال کرتے ہین جو معمولی طور پر مسیح کا پاک خون اور مسیح کا مقدس جسم رکھنے کے لئے مخصوص ہین، جب کبھی پوپ کو ضرورت پڑتی تھی تو چند پادریون کو قربان کر دینے سے پاپائی خزانہ بآسانی لبریز ہوجاتا تھا۔ خالی اسامیان معمور کرنے مین بہت اچھی قیمت وصول ہوجاتی تھی، اور معزول پادریون کی جائداد خزانۂ پاپائی مین منتقل کر لیجاتی تھی۔

ایک پوپ کسی شخص کو سخت بددعائین اور لعنتین دے گیا تھا، اس پوپ کے جانشین نے اس شخص کے ہاتھ "پرواز زعفران" بہت بڑی قیمت پر فروخت کیا، اب کیا تھا پادریون کو ایک ترکیب ہاتھ آگئی، اور ہر گناہ کے نجات نامے اور ہر جرم کے برات نامے بکنے لگے، جان بست ودیم نے مختلف جرائم کے لئے مختلف جرمانون کا ایک جدول بنا دیا، جس سے یہ آسانی ہوگئی کہ بڑے سے بڑے اخلاقی اور دینی جرم اور گناہ کے بدلہ مین خفیف سا جرمانہ دیکر چھٹکارا ہوجاتا تھا، اور پوپ کا خزانہ قطرہ قطرہ کرکے اُبل پڑتا تھا۔

یسی دنیا کے ان معصوم اور ملہم مرشدون کے ذاتی چال چلن کا حال بوجہ اسکی شناعت و فحش ہونے کے مفصل طور پر بیان نہین کیا جاسکتا، از روئے عقیدہ ہر عیسائی کو یقین رکھنا چاہیئے کہ پوپ کے

اخلاق دنیا بھر سے افضل ہین، کیونکہ وہ روحانی و دینی سلطنت کے مالک و وارث ہین، یہی وجہ ہوگئی کہ وہ کھلے خزانے ایسے عیوب اور بدکاریون کے مرتکب ہوتے تھے کہ جنکو ایک انتہا درجہ کا شہوت پرست دنیوی بادشاہ اگر چھپا کر بھی کرے تو پھر بھی شرمندہ رہے، دو صدیون سے زیادہ تقریباً مسلسل زمانہ پوپ کا دربار اور محل فسق و فجور و بدکاری کا ایک عجائب خانہ رہا ہے، جس سے بڑے بڑے کٹّے دیندار بگڑ گئے، یہ دیندار وہ تھے کہ جنکی نظرون مین پاپائے مقدس مجسّم خدا تھا، بہت سے نیک پادریون کے خیالات خراب ہوگئے، یہ پادری وہ تھے کہ جو بڑی بڑی آزمائشون مین ثابت قدم رہے تھے۔

محل پاپا فاجرہ عورتون اور مفعول امردون سے بھرا رہتا تھا، سیکڑون راہبات پوپ اور اسکی خاص پادریون کی آشنا ہوتی تھین، اور سینٹ پیٹر کے بڑے گرجا کے ہمسایہ مین رہتی تھین، دربار پاپائی کی ماہوش عورتین اور مقبول صورت امرد نہایت فاجرانہ خلاف وضع فطری افعال کے ذریعہ سے بڑی بڑی عزتین پاتے تھے، کلیسائی فرائض انتہا سے زیادہ بُری طرح ادا کئے جاتے تھے، چنانچہ پادریون کو "اصطباغ تقدیس" اصطبلون مین اکثر دیا گیا ہے، بڑے گرجا کو بطور تھیٹر کے استعمال کیا جاتا تھا، وہان نقلین ہوتی تھین اور ناچ کرائے جاتے تھے، دوشیزہ لڑکیان زبردستی خانقاہون سے نکال کر پوپ کے محل مین پہنچا دیجاتی تھین، پوپ جان دوازدہم کے زمانہ مین کوئی عورت خانۂ خدا مین اہانت اور عصمت دری سے محفوظ نہ تھی، پوپ بونی فیس ہفتم نے ایک فاحشہ موسومہ لبل زرکوسا کے ہاتھ اپنے ایک خاص پادری کی ٹوپی بیچ دی، بعد مین اس شخص نے پوپ کا تاج بجبر چھین لیا، اور حواریین کے تخت پر متمکن ہوکر جان لسبت ودویم اپنا خطاب اختیار کیا، چند سال مین اس نے وہ شہرت حاصل کی جو تاریخ کلیسا کی ذلیل ترین یادگار ہے، دینی کونسل منعقدہ کانس ٹینس نے اسکو ان جرائم کا مرتکب ثابت کیا جو کسی انسان کے ذہن مین آسکتے ہین، اور آخر اسکو معزول کرایا چونکہ وہ بے قاعدہ اور خلاف ضابطہ طور پر پاپائی تخت پر بیٹھا تھا، اسلئے اسکے ماتحتون ہی نے اسکو تخت سے اُتار دیا، مگر غنیمت ہے کہ

اسکی معصومیت پر کوئی دھبہ کسی نے نہین آنے دیا، کیونکہ دینی قانون کا یہ اصول تھا کہ پوپ کا کوئی جرم یا ضلالت و گمراہی کا فعل اسکے روحانی اختیارات کا منافی نہین ہے، نہ اس سے اسکی تقدیس کو نقصان پہنچتا ہے جو اسکو بحیثیت نائب خدا حاصل ہوتی ہے۔

پوپ کے فسق و فجور کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ وہ ہمیشہ اصول اخلاق کو توڑتے رہتے تھے، بونی فیس ہفتم علیٰ رؤس الاشہاد مسیح کو سب و شتم سے یاد کرتا تھا، جان لسبت ودویم "عشاء ربانی" کا مذاق اُڑایا کرتا تھا، جان دوازدہم کی دعوتون مین شراب پی جاتی تھی، اور فاجرہ عورتون کے دیوتاؤن کا جام صحت نوش کیا جاتا تھا، پائس دویم کی خط و کتابت ابتک محل پاپائی مین محفوظ ہے، اُس کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہر قسم کے فسق و فجور کا معترف ہے، بے لے ڈکٹ دوازدہم کی شرابخواری سے "پوپ کی طرح متوالا ہونا" ایک ضرب المثل بنگئی تھی، سکس ٹس چہارم نے روم مین بذریعہ اجازت نامۂ پوپ کسبی خانے کھولنے کا قاعدہ نکالا تھا، جس سے کہ اسکو تیس ہزار اشرفی سالانہ کی آمدنی ہوا کرتی تھی، سکسٹس چہارم نے نہایت سختی کے ساتھ یہ حکم نافذ کیا تھا کہ پوپون کی اولاد حرام کو بوجہ اسکے کہ وہ پوپ کے نطفہ سے ہوتے ہین، وہی رتبہ حاصل ہے کہ جو اٹلی کے صحیح النسل شاہزادون کو،

پادری رونی اس نے بہت صحیح کہا ہے کہ "پوپ وہ ہیبت ناک مخلوق ہین کہ جو عوام کو قتل کرکے اور کلیسا کا مال لوٹ کر زبردستی مسیح کے تخت پر بیٹھ جاتے ہین"۔

مترجمات

ٹیگور کا مدرسۂ شانتی

(ایک امریکی معلم و اہل قلم کی نظر مین)

مین ابھی ٹیگور کے مدرسہ واقع بنگال سے واپس چلا آرہا ہون، جہان مین کئی ہفتہ سے سیاحت اور سکھانے اور اس سے بڑھکر سیکھنے مین مشغول تھا، کاش ہمارا ملک امریکہ شانتی نیکیتان سے واقف ہوتا! ہندوستان کی تمام قابل دید چیزون مین اسکا درجہ سب سے اونچا ہے، یہان معاشرت جسقدر سادہ ہے، کام جس ذوق و رغبت سے کیا جاتا ہے، اور آپس مین لوگ جسقدر خلوص و محبت رکھتے ہین، اسکا شاہدہ خستہ و ماندہ امریکہ والون کے لئے فرحت و حیرت دونون کا باعث ہوگا، شانتی نیکی تان (جسکے لفظی معنی مسکن امن کے ہین) کے مقابلہ مین ہمارے ہان کا سادہ ترین مدرسہ بھی دکاندارانہ اور پرپیچ محسوس ہوگا، یہان کے لوگ رسوم و قیود سے بالکل آزاد رہتے ہین، ان کے لئے نہ الماریون کی ضرورت ہوتی ہے، نہ کوٹھریون کی، اسلئے کہ ان کے پاس زاید از ضرورت کپڑے ہی نہین ہوتے، ان کے لئے درزی خانہ کی کوئی ضرورت نہین، اسلئے کہ ان کا لباس ہاتھ کے کتے ہوئے تھانون کا بنا ہوا ہوتا ہے، جسمین بوتام، کاننٹے کچھ نہین ہوتے، اور کاتنے اور بننے کے کام یہ لوگ اپنے ہاتھ سے کرلیتے ہین، انکو موچی کی کوئی حاجت نہین اسلئے کہ یہ لوگ برہنہ پا رہتے ہین، ان کے لئے کرسیان بالکل غیرضروری ہین، اسلئے کہ یہ زمین و فرش پر نشست رکھتے ہین، ان کے لئے چھری کانٹے بیکار ہین اسلئے کہ کھانا یہ لوگ اپنے ہاتھ سے کھاتے ہین، ان کے لئے غلسخانون کی حاجت نہین، اسلئے کہ یہ لوگ کنوئین کے کنارہ کھڑے ہوکر اپنے ہاتھ سے پانی بھر کر ہر روز صبح نہا لیتے، اور اپنے کپڑے دھو لیتے ہین، انہین عبادت یا تعلیم

کے لئے کسی عمارت کی حاجت نہین، ستارون کی چھاؤن انکی عبادت گاہ اور درختون کا سایہ ان کا مدرسہ ہے ان لوگون کو جب باہر کا سفر کرنا ہوتا ہے تو یا تو پیدل جاتے ہین، اور یا اگر بہت دور جانا ہوتا ہے تو بیل گاڑیون پر بیٹھکر جاتے ہین، ان کا دل اگر ناچ مجرا دیکھنے کو چاہتا ہے تو خود ہی گا بجا لیتے ہین، اور اگر تھیٹر کے تماشہ کی خواہش ہوتی ہے تو خود ہی ڈراما لکھکر اسے ایکٹ کرڈالتے ہین، انکی معاشرت کی یہ سادگی مصنوعی اور بناوٹی نہین، ان کے بزرگون کا یہ شعار ہزارون لاکھون برس سے چلا آتا ہے، ان کے لئے یہی راستہ خوشنما، صحیح اور مطابق فطرت ہے، آجکل کے کسی زربہ بدخوارہ جنٹلمین کا جو بدقطع لباس شام مین ملبوس ہو، مقابلہ کسی یونانی پہلوان کے برہنہ مجسمہ سے کیجئے بس یہی فرق ہم مین اور ان مین نظر آئیگا، شانتی نیکی تان مین قدم رکھتے ہی سب سے پہلی کیفیت جو مجھے محسوس ہوئی وہ شرمندگی کی تھی جو اپنے ہمراہ کثیر سامان سفر لانے سے مجھپر طاری ہوئی، یہان کے لوگ مجھے دیکھ دیکھکر زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ "ہا! اس بیچارہ کو دیکھو، یہ کتنی چیزون مین مقید ہے" مین یہ نہین کہتا کہ امریکہ کو درختون کی پتیان کھاکر بسر ہونے والی زندگی کی طرف رجعت کرنا چاہیئے، اسلئے کہ ہندوستان کے اکثر قدیم رسوم ہمارے لئے ناموزون ہونگے، تاہم ہمکو ان سے سبق ضرور حاصل کرلینا چاہیئے، معاشرت مین سادگی قطعاً پیدا کرنا چاہیئے، فضولیات کو یقیناً نذر آتش کردینا چاہیئے، اور شکم کی غلامی سے بہرحال آزادی حاصل کرنا چاہیئے۔

ٹیگور کے مدرسہ کی بہت چیزین ایک امریکن کو ناگوار گذرینگی، اور وہ بہت سی باتون پر کاہلی و تضیع وقت کا اطلاق کریگا، لیکن ان لوگون کے نزدیک وقت روپیہ کا مرادف نہین، بلکہ وقت ہی سرے سے ان کے لئے ایک معدوم شئے ہے، اسکا باعث خواہ ان کا افلاس کہیئے خواہ اشیاء سے بے تعلقی کہیئے بہرحال واقعہ یہ ہے کہ ان لوگون کے پاس نہ جیبی گھڑیان ہین نہ بڑی گھڑیان، ان کا سارا حساب گردش آفتاب سے ہوتا رہتا ہے، اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد گھنٹہ بجتا رہتا ہے، جو اس امر کا اعلان ہوتا ہے کہ اب دوسرا کام شروع کرنا چاہیئے، فوجی اصطلاح مین ضبط و نظم کے جو معنی ہین ان کے لحاظ سے نہ یہان کسی قسم کا ضبط ہے،

اور نہ اسکے ہونے کی حاجت ہے، اور نہ یہان کسی قسم کی عادت طلبہ مین پیدا کیجاتی ہے، بجز اس عادت کے کہ خدا کی عظمت اور انسان کی محبت کے عادی ہو جائین، لڑکے جو کچھ ان کا جی چاہتا ہے کرتے رہتے ہین اور استاد یہ دیکھہ دیکھکر خوش ہوتے رہتے ہین، سفید فام قوم کے صرف ایک فرد مجھے یہان دکہائی دیئے، اور وہ مسٹر اینڈریوز تھے، جو انگریزیت سے معرّیٰ ایک بے نظیر انگریز ہین، اور جو مسیح کی طرز کے ایک بالکل بے نفس انسان ہین، ایک روز مین نے اُن سے کہا کہ افسوس ہے آج میرے درجہ کے طلبہ بہت شور مچاتے رہے اور مین اُنہین خاموش نہ رکھہ سکا، اُنہون نے جواب دیا کہ "یہ تو بہت ہی اچھا ہوا، اگر آپ خاموش رکھہ سکتے تو البتہ مجھے اسکے متعلق افسوس ہوتا" ایک اور مرتبہ کا ذکر ہے کہ مین انکے پاس کھڑا ہوا تھا کہ اتنے مین چند بڑے لڑکے جو ابھی ایک ہفتہ کی چھٹی منا کر آئے تھے، یہ کہنے کے لئے آئے کہ تین دن کے لئے پھر باہر جا رہے ہین، مسٹر اینڈریوز نے مجھسے کہا: "یہ لطف دیکھو، ان کے کالج کے امتحان کا صرف ایک مہینہ باقی رہ گیا ہے اور مین برابر اسکی سرگرم کوشش کرتا رہا ہون کہ یہ لوگ امتحان کو بھولے ہوئے رہین، دیکھو اس کوشش مین کیسا کامیاب رہا ہون"! قاعدہ وضابطہ کے غلام اساتذہ ان قصون کو سن کر دنگ رہجائین گے، پہلے پہل مین بھی دنگ ہو گیا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے طبایع اسقدر مسخ ہو گئے ہین، کہ ہم اس اصول کی عمق کی تھاہ پا ہی نہین سکتے، ہمارا کہلا ہوا مقصد تعلیم و تربیت سے یہی ہوتا ہے کہ لڑکا آگے چل کر کامیاب رہے (اگرچہ حال مین ہم یہ سمجھنے لگے ہین کہ کامیابی حصول زر کے مرادف نہین) اور دوران تربیت مین لڑکے کے خصائل راسخ ہو جائین، اور ضبط و نظم کے خوگر ہو جائین، لیکن یہان کے لوگ کامیابی کے طلبگار بالکل نہین ہوتے، یہ صرف نیکی و اطمینان قلب کے طالب رہتے ہین، ضمناً یہ لوگ اپنی روایات قدیم کے عامل اور بڑے وطن پرست ہین، اور عام اہل ہند کی طرح انگریزون کے رخصت ہو جانے کے مشتاق ہین، لیکن شورش و تشدد کا ان کے قریب بھی کہین گذر نہین، اور پھر نہ نہین اس نتیجہ کی کچھ عجلت ہے۔

ایک امریکی سیاح کے استعجاب و ناگواری کا مقدمہ جب ختم ہو لیتا ہے تو اسکے بعد اس جدید نظام کا

ثمرہ، ایک حیرت انگیز ربط و اتحاد، خلوص و محبت کی شکل مین نظر آنے لگتا ہے، استاد جتنے بہر ہین، سب اپنے اپنے کام کو بہ نہایت رغبت و التفات کرتے ہوئے نظر آئین گے، اور بعض بالکل بلا معاوضہ کام کرتے ہین! لڑکون کا وجود استادون پر کسی وقت بھی بار نہین ہوتا، بکمال بے تکلفی وہ جب چاہتے ہین، استادون کے ہان (استادون کے گھرے، کہنا اسلئے صحیح نہوگا کہ بہت سے استادون کا قیام گھرون مین رہتا ہی نہین) آتے جاتے رہتے ہین، مین نے کبھی استاد کو جھنجھلاتے ہوئے نہین دیکھا، مین نے کبھی شاگرد کو خفگی کہاتے ہوئے نہین دیکھا، اور نہ کبھی کسی شاگرد کے لئے اسکی ضرورت محسوس ہوئی، سارے لڑکے اپنے استادون کے گرویدہ و عقیدتمند رہتے ہین، اور اساتذہ اپنے شاگردون کے عاشق رہتے ہین، ان الفاظ کے سوا اور کسی طریقہ سے یہان کے استاد و شاگرد کے باہمی تعلق کو ادا ہی نہین کیا جا سکتا، یہان کے استادون مین نہ کسی اتالیق کا پتہ تھا، نہ کسی داروغۂ جیل کا، نہ کسی ماہر نفسیات کا، نہ انجمن معلمین کے ارکان کا، اور نہ پیٹ پالنے والے استادون کا، بلکہ یہان کے اساتذہ محض وہ علما ہوتے ہین، جو لڑکون کے ساتھ رہنے سہنے مین لطف حاصل کرتے رہتے ہین، ان سب مین جو شے بطور قدر مشترک درشتۂ اتحاد کے ہے، وہ رابندرو ناتھہ ٹیگور کے ساتھ انکی گہری عقیدتمندی ہے جسکو یہ لوگ بکمال اشتیاق اپنا گرو دیو کہتے ہین، نیز مذہب و انسانیت کے وہ اصول جنکی وہ تعلیم دیتا رہتا ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ آشرم ٹیگور کے بعد بھی قائم رہیگا اور مجھے امید ہے کہ ترقی کر کے ایک انٹرنیشنل (بین الاقوامی) یونیورسٹی کی شکل اختیار کریگا جیسا کہ ٹیگور کا منصوبہ ہے اسلئے کہ اسکی بنیاد بہترین ہندی روایات اور صحیح ترین حقائق تعلیمی پر ہے یعنی تجربہ و ذاتی واقفیت کی بنا پر تعلیم حاصل کرنا، زندہ مضامین کا مطالعہ کرنا، اور رغبت و شوق کے راستون سے معلومات بہم پہنچانا، نہ یہ کہ خوف و قیود کو دلیل راہ بنایا جائے، اور نصاب درس کو کسی مخصوص مقصد کے قالب مین ڈھالا جائے، (جیسا کہ آکسفرڈ و کیمبرج کے نمونون کو ہندوستان مین ہونسے کی انتہائی غلطی کیگئی ہو) یہان کے اساتذہ بڑے پایہ کے صاحب علم اصاحب ذوق و صاحب دل ہین، اور طلبہ بھی ویسے ہی محنت شعار محبت کیش و قدر شناس ہین اکیا اس سے زیادہ کسی مدرسہ مین کوئی اور چیز بھی چاہیئے؟

(مسٹر الیف، ایچ، اگ، در رسالہ نیو ریپبلک)

تلخیص و تبصرہ

مصر کی تعلیمی حالت

انگریزی قبضہ کے قبل اور بعد

مصر کے مشہور علمی رسالہ المقتطف سے جسکے عیسائی ایڈیٹر انگریزی پالیسی کے موید ہین، کسی نے تین سوالات کئے ہین،

(۱) انگلستان کی گذشتہ چہل سالہ مصری پالیسی نے مصر کو فایدہ پہنچایا یا نقصان؟

(۲) مصر مین تعلیمی ناکامی اور موجودہ بیسود نظام تعلیم کا ذمہ دار کون ہے؟

(۳) اگر مصر آزاد ہوجائے تو جاپان کی طرح وہ بھی ترقی کرسکتا ہے؟

مقتطف کے فاضل ایڈیٹرون نے ان سوالون کے جو جوابات دیئے ہین، ان پر مصر کے ادبی رسالہ البیان، مورخہ ۱۵ - اکتوبر ۲۱ء نے ایک قابلانہ تنقید کی ہے، ان مین اور سوالات وجوابات سے بحث نہین، صرف مصر کی تعلیمی تاریخ کی نسبت رسالہ مذکور نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے، اُن سے اندازہ ہوگا کہ بیرونی نظام حکومت خواہ اسکا اثر و اقتدار کسیقدر کم ہو ایک ملکی حکومت کے مقابلہ مین جو ترقی کی راہ پر لگ چکی ہو کسقدر مضر اور اسکی رفتار حیات کے لئے کسدرجہ سم قاتل ہے،

البیان سب سے پہلے کہتا ہے کہ مصر مین انگریزی تعلیمی پالیسی کے مقصد کو لارڈ کرومر (مصر مین سابق انگریزی معتمد) نے اپنے مشہور مختصر فقرہ مین ادا کردیا ہے، کہ "یہ مدارس دفترون کیلئے کلرک پیدا کرنیکے کارخانے ہین"، المقتطف کہتا ہے کہ یہ انگریزون ہی کے برکات ہین کہ ملک مین اتنے مدارس قائم ہوئے، مطابع جاری اور اخبارات بڑھ گئے، ٹائپ خوبصورت ہوگئے"! البیان کہتا ہے ہان یہ بھی کہو کہ فلان جگہ باغ بنگیا، فلان جگہ بینڈ بجتا ہے، فلان مقام پر مچھلیون کا تالاب بنگیا، مادیت تو بیشک ترقی کرگئی، مگر ملک کی روح نکل گئی، مصر کا مقابلہ شام سے نکرو بلکہ اس مصر سے کرو جو خدیو محمد علی پاشا کے زمانہ مین تھا، اور خدیوی اقتدار مین اُس نے جہانتک ترقی کی تھی اس سے ان چالیس سالون مین ہم نے کہانتک تنزل کیا، انگریزون نے مصر مین گھسنے کے ساتھ پہلے ہمارے جہازات بیچ ڈالے، جہاز سازی کے کارخانون کو توڑ کر ان کے آلات کو فروخت کردیا، توپ اور بندوق بنانے، سکہ ڈہالنے، کاغذ تیار کرنے سوت کاتنے اور کپڑا بُننے کے تمام کارخانون مین قفل ڈالدیا، مدارس بند کردیئے، اور مفت تعلیم کے طریقہ کو اٹھادیا، صرف ایک سال سنہ ۱۸۸۳ء مین یعنی انگریزی قبضہ کے تیسرے ہی سال مین بائیس سرکاری تعلیمی مدارس، تین صنعت وحرفت کے مدرسے ایک انجینیرنگ اسکول، ایک ٹریننگ اسکول مالی حالت کے عذر سے بند کردیئے،

مقتطف کہتا ہے کہ مصر مین تعلیم ناکام نہین رہی، البیان کا بیان ہے کہ کیا یہ ناکامی نہین ہے کہ خدیو اسمعیل کے زمانہ مین مصر مین ۲۲ فیصدی تعلیم تھی، جبکہ روس مین ۳، ٹرکی مین ۱۰، اور اٹلی مین ۲۳ فیصدی تعلیم تھی، اور طالبعلمون کی یہان تعداد ۴۰۹۸۷، اور مدارس کی ۴۸۱۷ تھی، ایک تنہا قاہرہ مین ۲۲۵ سے زیادہ مدرسے تھے، جسکے طالبعلمون کا شمار دس ہزار تھا، یہ تعداد ان طلبہ کے علاوہ جو جامع ازہر مین مدارس اوقاف مین غیر ملکی تعلیم گاہون مین اور جنگی مدرسون مین تھے (دیکھو مصر کی وزارت تعلیمات کی تاریخ مولفہ سلیم حسن وعمر اسکندری) لیکن آ اسکے مقابلہ مین آجکل تعلیم پانے والون کی تعداد باشندون کی مناسبت سے ۴،۵ فیصدی ہے، سرکاری مردم شماری کی رُو سے جو لوگ ملک مین لکھہ پڑھ سکتے ہین، اُنکی تعداد ۱۲ فیصدی ہے، زیر تعلیم طلبہ کی تعداد ۶۰۰۰۰ ہے، یعنی پہلے سے چار لاکھ کم، حالانکہ باشندون کی تعداد بہت ترقی کرگئی ہے،

اب اس باب مین گورنمنٹ اور پبلک کے کارنامون کا باہم منصفانہ موازنہ کرنا چاہیے، سنہ ۱۹۱۵ء تک پبلک نے بیان اپنے ۴۵۴۷ مکتب قائم کیے، لیکن تم کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ کتنے مکتبون کو چلا رہی ہے؟ ۱۶۲، پبلک نے جو اپنے آزاد ابتدائی تعلیم کے مدرسے قائم کیے ہین، وہ ۴۳۹۶ ہین جنہین ۱۰۷۶۴۱ لڑکے پڑھتے ہین، لیکن جانتے ہو کہ گورنمنٹ خود کتنے ابتدائی مدرسون کا بار اٹھا رہی ہے، ۲۲ مدرسے ہین جنہین ۴۳۷۶ طالب العلم ہین، یعنی سرکاری مدرسون کے طالب العلمون کی تعداد قومی مدرسون کے طلبہ کے مقابلہ مین فقط سترہ فی ہزار ہے! یہی لڑکیون کی تعلیم کا حال ہے، سرکاری مدرسون مین سترہ فی ہزار ہے، تو قومی مدرسون مین ۸۰۵ فی ہزار ہے، ثانوی تعلیم مین گورنمنٹ اگر ۴ فی ہزار کو بڑھاتی ہے تو قوم ۱۲ فی ہزار کو، اور بقیہ ہزار کو دوسرے درجون کی تعلیم مین (دیکھو امین پاشا سامی کی کتاب تعلیم عام)

مقتطف کہتا ہے کہ مصر مین تعلیم ناکام نہین ہے، لیکن اسکے مقابلہ مین ان انگریز مدبرون کا کیا جواب ہے، جو اس تعلیمی ناکامی کو خود تسلیم کرتے ہین، لارڈ ملز اپنی مشہور رپورٹ مین لکھتے ہین کہ مصریون کی عام آزردگی کا سبب یہ بھی ہے کہ تعلیمی پالیسی ناکام رہی، سر ولنٹائن شرول ٹائمس کے مشہور مضمون نگار مصر کے متعلق اپنے مشہور سلسلہ مضامین مین لکھتے ہین کہ "مصر کی تعلیم کا جامہ پیوند دار ہے، اور قانونی اور دونون قسم کی برائیان اسمین ہین، سر جان رابرٹسن ممبر پارلیمنٹ کو اقرار ہے کہ "ہم چوتھائی صدی سے مصر مین ہین اور ہم نے مصریون کو اسی تعلیمی انحطاط تک پہنچا دیا ہے، ہمارا طریقہ حکومت مصر مین مصر کی تعلیمی پستی سے بندھا ہوا ہے۔"

عالمگیر گرانی کا سبب

"دنیا کی ثروت کا آماس"

از مولوی ابو نصر سید احمد بھوپالی

درحقیقت دنیا مین "زر" کی حقیقت سوائے اسکے اور کچھ نہین کہ وہ اشیائے تبادلہ کا ایک ذریعہ ہے، پس اس لحاظ سے حقیقی ثروت اشیا مین ہے نہ کہ "زر" مین۔ یہ اقتصادیات کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے، لیکن عوام الناس مین بہت کم لوگ ایسے ہونگے کہ جنکی نظر اس نکتہ تک پہنچتی ہو، بلکہ وہ تو محض ظواہر امور کو دیکھتے ہین، اور ثروت کا اندازہ محض "زر" کی اس مقدار سے لگاتے ہین جسکا نام قیمت ہے۔

اگر صرف "زر" ہی ثروت و دولت ہو سکتی ہے تو دنیا کی ثروت مین آج بہ نسبت سنہ ۱۹۱۴ء کے کہ جس مین یورپ کی جنگ عظیم شروع ہوئی کئی گنا کا اضافہ ہو گیا ہوتا، اسلئے کہ یہ امر مخفی نہین ہے کہ سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد سے دنیا کی عظیم الشان سلطنتون نے جس مقدار مین "زر کاغذ" (یعنی کرنسی نوٹون) کا اجرا کیا ہے وہ بہت زیادہ ہے لیکن جو بات کہ ظاہری طور سے محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا آج بمقابلہ زمانۂ قبل از جنگ کے کہین زیادہ مفلس ہو گئی ہے۔

علاوہ ازین زر کا حکم قیمتون کے چڑھاؤ اتار مین بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ نفع کا حکم عرض و طلب کے بازار مین، اسلئے کہ جب شئے معروض کی قلت ہو جاتی ہے اور طلب بڑھ جاتی ہے، تو اسکا بھاؤ بڑھ جاتا ہے اور جب شئے معروض کی کثرت ہو جاتی ہے، اور اسکی طلب کم ہو جاتی ہے تو اسکا بھاؤ گھٹ جاتا ہے۔

یہی دنیا مین عالمگیر گرانی کا سب سے پہلا سبب ہے، اسکے علاوہ اور بھی اسباب ہین لیکن اُنہین سے کثرت زر کا سبب اور خصوصاً "زرِ کاغذ" کا جسکا شمار "زرِ نقد" مین نہین کیا جاتا، تمام بڑے بڑے ماہرین و کاتبین اقتصادیات کے نزدیک سب سے زیادہ اہم اور عظیم الشان سبب[1] ہے چنانچہ اُنھون نے اُسکو "ثروت کے آماس" سے تعبیر کیا ہے، اِسلئے کہ یہ ایک غیر طبعی فربہی ہے جو دنیا کے اقتصادی جسم پر چڑھ گئی ہے، پس یہ مرض کی ایک حالت ہے جسکا علاج ہونا چاہیئے۔

ان اہم سببون کو بالاختصار بیان کرنے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی بعض بڑی بڑی سلطنتون کی حالت زر کا حال ہم یہان پر درج کرین، اور اعداد و شمار سے جنگ کے پہلے کی اور جنگ کے بعد کی حالت کا مقابلہ کرین۔

اس "زر کاغذ" کی قیمت جسکا اجرا، انگریزی بنکون نے قبل از جنگ کیا، تقریباً دو کرور نوے لاکھہ گنی تھی لیکن آج اسکی مقدار آٹھہ کرور تیس لاکھہ گنی ہوگئی، علاوہ اس مقدار کے جسکا اجرا حکومت نے سرکاری طور پر کیا اور جسکی قیمت تقریباً ۳۳ کرور ۸۰ لاکھہ گنی ہے، پس کل میزان ۴۲ کرور ۲۰ لاکھہ گنی ہوئی، اسی قسم کا حال سلطنت فرانس کا ہے کہ اسمین زر کاغذ کی مقدار کی قیمت ۲۳ کرور ۶۰ لاکھہ گنی تھی لیکن آج تقریباً ایک ارب ۷۴ کرور ۱۰ لاکھہ گنی ہوگئی، اسی طرح سے تمام دیگر یورپین ممالک کو قیاس کرنا چاہیئے، چنانچہ ہم ایک اجمالی فہرست دنیا کے بعض اہم ممالک کی ہدیۂ ناظرین کرتے ہین جسمین اُنہین ان ممالک کے زرِ کاغذ کی قیمت قبل از جنگ اور بعد از جنگ معلوم ہوگی، (واضح رہے کہ ہم نے یہان پر دس لاکھہ کی کسر کو سہولت فہم کے لیے نظر انداز کردیا ہے)

[1] تمام ماہرین اقتصادیات نے اعداد و شمار سے یہ بتلایا ہے کہ تمام زر کاغذ کی قیمت جسکا اجرا دول نے جنگ شروع ہونے کے بعد صرف چار سال کے اندر کیا ہے، تمام دنیا کے سونے کی اس مقدار کی قیمت سے زیادہ ہے جو امریکہ کے دریافت ہونے کے بعد سے دنیا مین ابتک کانون سے نکالا گیا ہے۔

ممالک کے نام	قیمت زرِ کاغذ قبل از جنگ	قیمت زرِ کاغذ بعد از جنگ ۱۹۱۹ء مین
ڈنمارک	۸۰۰۰۰۰۰ گنی	۲۵۰۰۰۰۰۰ گنی
برطانیہ	۲۹۰۰۰۰۰۰ "	۴۲۲۰۰۰۰۰۰ "
اسٹریا ہنگری	۸۸۰۰۰۰۰۰ "	۱۸۸۳۰۰۰۰۰۰ "
بلجیم	۶۴۰۰۰۰۰۰ "	۱۸۷۰۰۰۰۰۰ "
فرانس	۲۳۶۰۰۰۰۰۰ "	۱۴۷۱۰۰۰۰۰۰ "
جرمنی	۹۴۰۰۰۰۰۰ "	۱۴۸۹۰۰۰۰۰۰ "
ہالینڈ	۲۵۰۰۰۰۰۰ "	۸۴۰۰۰۰۰۰ "
اٹلی	۶۶۰۰۰۰۰۰ "	۴۱۴۰۰۰۰۰۰ "
جاپان	۳۱۰۰۰۰۰۰ "	۱۰۲۰۰۰۰۰۰ "
ناروے	۶۰۰۰۰۰۰ "	۲۴۰۰۰۰۰۰ "
اسپین	۷۶۰۰۰۰۰۰ "	۱۵۱۰۰۰۰۰۰ "
سوئٹزرلینڈ	۱۰۰۰۰۰۰۰ "	۳۶۰۰۰۰۰۰ "
سویڈن	۱۱۰۰۰۰۰۰ "	۳۹۰۰۰۰۰۰ "
ممالک متحدہ امریکہ	۵۰۰۰۰۰۰۰ "	۷۳۴۰۰۰۰۰۰ "[1]

وہ امر جس نے اس "زرِ کاغذ" کی قیمت کو بیکار کردیا ہے یہ ہے کہ زرِ نقد جو بڑے بڑے بنکون کے خزانون مین جمع ہے وہ انکی قیمت کے برابر نہین ہے، اِسلئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جسوقت بنک معاملات مین زرِ کاغذ کا اجرا کرتے ہین تو جس قیمت کے "زرِ کاغذ" کا اجراء کرتے ہین اُسیقدر "زرِ نقد" اپنے خزانون مین بطور انکی

[1] ماخوذ از کمرشل میگزین، امریکہ۔

قیمت کی ضمانت کے اپنے خزانون مین محفوظ رکھ لیتے ہین، تاکہ ضرورت کے وقت ان کا تبادلہ کیا جاسکے،
چنانچہ اگر بڑی بڑی سلطنتون کے بنکون کے خزانون پر غور کیا جائے تو ان کے خزانون مین زر نقد کی مقدار اس زر کاغذ کی قیمت سے کہین کم نکلیگی، جنکا اجرا ابتک انہون نے کیا ہے، جسوقت انگلستان مین کل مجریہ زر کاغذ کی قیمت ۲ کرور ۹۰ لاکھ گنی تھی، تو اسکے خزانون مین زر نقد کی مقدار اس سے زیادہ تھی، لیکن اب جبکہ کل مجریہ زر کاغذ کی برائے نام قیمت ۴۲ کرور ۲۰ لاکھ ہوگئی ہے، تو اسکے مقابلہ مین زرِ نقد کی مقدار اسکے خزانون مین ۱۱ کرور ۴۰ لاکھ گنی سے زیادہ نہین، اسی طرح سے فرانس مین بھی کل مقدار زر نقد کی ۵ کرور ۸۰ لاکھ گنی تھی، لیکن اب مجریہ زرِ کاغذ کی قیمت اس سے کہین زیادہ ایک ارب ۲۳ کرور ۵۰ لاکھ گنی ہے، اسی طرح سے تمام دیگر سلطنتون کے حال پر بھی قیاس کرنا چاہیئے۔

غالبًا اسکا فرق ناظرین کو اچھی طرح سے جب معلوم ہوگا کہ ہم تمام سلطنتون کے مجریہ زر کاغذ کی قیمت کی میزان کا مقابلہ اس زر نقد کی مقدار کی میزان سے کرین جو ان کے خزانون مین محفوظ ہے، چنانچہ ہم یہان پر صرف ان سلطنتون کی قبل از جنگ اور بعد از جنگ زر کاغذ اور زر نقد کی میزانون کا مقابلہ کرکے ناظرین کو دکھلاتے ہین جنکے نامون کی فہرست ہم نے اوپر درج کی ہے،

	قبل از جنگ	سنہ ۱۹۱۹ء مین
میزان مجریہ زر کاغذ	۱۲۵۲۰۰۰۰۰۰ گنی	۷۰۶۸۰۰۰۰۰۰ گنی
میزان زر نقد	۸۶۴۰۰۰۰۰۰ 〃	۱۲۲۲۰۰۰۰۰۰ 〃

اگر اسمین سلطنت روس کی میزانون کا اضافہ اور کردیا جائے تو عظیم الشان فرق ہوجائیگا کیونکہ جنگ کے بعد بالشوِکی حکومت نے سب سے زیادہ کثیر مقدار مین وقتًا فوقتًا زر کاغذ کا اجرا کیا ہے۔

اَخبارِ علمیّہ

انگریزی اخبارات مین مدراس کے ایک مادرزاد ماہر ریاضیات کے حالات شائع ہوئے ہین، جو اسقدر حیرت انگیز ہین کہ بالکل افسانہ معلوم ہوتے ہین، اس لڑکے کا سال پیدائش سنہ ۱۹۱۱ء ہے، اس حساب سے اسکی عمر ابھی گیارہ سال کے اندر ہے، اسکا نام راج نرائن ہے، اسکے والد ایک سرکاری عہدہ دار ہین، مقام پیدائش ضلع ٹنڈیورا ہے، اس کم سنی مین یہ لڑکا ریاضی دانی کے عجیب وغریب جوہر دکھانے لگا ہے، چند روز ہوئے یہ لڑکا مدراس آیا تہا، یہان کے بہترین ماہرین ریاضیات نے اسکے سامنے بکثرت ایسے سوالات پیش کئے جنکا جواب بی، اے کے طلبہ بھی بآسانی نہین دیسکتے، لیکن اس نے سب کے جوابات صحیح وبرجستہ دیئے، مدراس یونیورسٹی مین ریاضی کے ایک اعلیٰ پروفیسر موجود ہین، ان سب نے اسکا امتحان لیا، اور اسکی قابلیت پر دنگ رہ گئے، الجبرا پر اُسے پورا عبور ہے، اور اقلیدس وجامیٹری کے بھی اکثر حصون سے واقف ہے، ریاضی کے علاوہ انگریزی زبان سے بھی اُسے خاص مناسبت ہے، انگریزی زبان مین گفتگو بے تکلف کرلیتا ہے، اور شکسپیر کے بعض ڈرامون کا مطالعہ کرچکا ہے، اسکی عمر گیارہ سال کی ہے، لیکن صورۃً اس سے بھی کم سن معلوم ہوتا ہے،

ایک فرنچ سائنس دان، لیِنہارٹ، اپنے اس نظریہ کی تائید مین تجربات مین مشغول ہین کہ مرغی کے بڑے اور وزن دار انڈون سے نر بچے پیدا ہوتے ہین، اور چھوٹے اور ہلکے انڈون سے مادہ بچہ، مرغی جب انڈے دینا شروع کرتی ہے، یا جب پھر کڑک ہونے لگتی ہے تو اسکے انڈے چھوٹے اور ہلکے

ہوتے ہین، اور درمیانی زمانہ کے انڈے بڑے اور وزنی ہوتے ہین، یہ نظریہ اگرچہ ابتک ایک محقق مسئلہ کی طرح بالکل ثابت شدہ نہین کہا جاسکتا، تاہم ابتک جسقدر تجربات ہوچکے ہین، اُن سے اسکی تائیدہی ہوتی ہے،

(سائنٹفک امریکن)

ماہ اکتوبر مین جو چاندگرہن پڑا تھا، اسکے مشاہدہ کے بعد ڈاکٹر کروملن (مہتمم رصدگاہ گرینچ) اس نتیجہ پر پہنچے ہین کہ کرۂ ماہتاب حرکت دوری مین اپنے قدیم مدار سے بقدر بارہ میل کے ہٹ گیا ہے، اس انحراف کو شروع ہوئے تیس سال ہوئے، اور اس مدت مین بارہ میل کا انحراف ہوگیا ہے، اسکے اسباب ابھی غیر معلوم اور ماہرین ہیئت کے زیر غور ہین۔

یہ چاندگرہن علماے ہیئت کے لئے خاص اہمیت رکھتا تھا کہ اس سے پروفیسر پکرنگ (ہرورڈ یونیورسٹی) کے اس دعوی پر روشنی پڑتی تھی کہ سطح قمر پر پانی اور حیات حیوانی کا وجود ہے، چنانچہ میجر ہپ برن، صدر برٹش اسٹرانومیکل ایسوسی ایشن نے رصدگاہ ہیمسٹڈ سے اُسکی کیفیات کا بہت غور سے مشاہدہ کیا، اور اپنا یہ بیان شایع کرایا ہے کہ کرۂ ماہتاب کی سطح پر بعض بے قاعدہ سیاہ نشانات ضرور ہین، جو ممکن ہے ادنی قسم کی نباتات ہون، اور غالبًا یہی ہین کہ پروفیسر پکرنگ نے حیات حیوانی کے خواہ قرار دیا ہو۔

(ڈیلی میل)

کچھ عرصہ پیشتر خیال یہ تھا کہ دنیا کا متمول ترین شخص امریکہ کا مشہور کروڑپتی راک فیلر (مٹی کے تیل کا بادشاہ؟) ہے، لیکن تازہ ترین اعداد سے معلوم ہوا کہ اُسکی دولت بھی باوجود ہمہ فراوانی ایک دوسرے امریکی مسٹر فورڈ (موٹر کارون کے بادشاہ) کی دولت کے سامنے بے حقیقت ہے، فورڈ کی

دولت نقد کا اندازہ، سرکاری تخمینہ کے بموجب ۰۰۰۰۰،۵۷۵۶ پونڈ یا ۶۵ کرور ۷۵ لاکھ روپیہ کا ہے، اور اگر اس زر نقد مین اسکی ثروت جنس یعنی فورڈ کمپنی کے مال وسامان اور ریلوے کمپنی کے حصون وغیرہ کو بھی شامل کرلیا جائے تو اسکی تعداد ۰۰۰۰۰،۸۷ پونڈ یا ایک ارب ۸۷ کرور روپیہ تک پہنچ جائیگی۔

انگلستان مین ایک عادی مجرمہ مسز ہیربیٹ ہیر مین گرفتار ہوئی ہے جو مدت سے طلائی اور جواہرات کی انگوٹھیون کی چوری کرتی رہتی تھی، روسٹر کے اسپتال مین جب اکس ریز کی مدد سے اسکے جسم کا معاینہ کیا گیا تو اسکے معدہ کے اندر دو طلائی انگوٹھیان نظر آئین اور بالآخر معدہ سے برآمد کرائی گئین،

فیلیڈلفیا (امریکہ) کے بعض انجنیرون نے حال مین اپنے کمالات کا ایک ایسا کارنامہ دکھایا ہے جسے گویا فن انجنیری کا معجزہ کہنا چاہیئے، شہر مین لب سڑک ایک ہشت منزلہ حویلی تھی، سڑک کی توسیع منظور ہوئی، لیکن اس حویلی کے باعث سڑک کا برابر سیدھا ہونا ناممکن تھا، انجنیرون نے دعوی کیا کہ اس عظیم الشان حویلی کو چند فٹ کے فاصلہ پر ہٹا دیا جائیگا، چنانچہ اپنی کارروائی اُنھون نے شروع کی اور ایک دن کی محنت مین اس چار ہزار ٹن کی وزنی عمارت کو اسکی بنیادون سے بقدر آٹھ فٹ کے ہٹا دیا اور لطف یہ کہ اس اثنا مین اس حویلی کے اندر رہنے والے کو کسی قسم کی کوئی حرکت نہین محسوس ہوئی اسب بدستور اپنے اپنے کام مین لگے رہے،

نیو اسٹیٹسمین (لندن) کے طبی مراسلہ نگار نے چند مسلسل مضامین علاج شمسی پر حال مین تحریر کئے ہین، اُن کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ مرض دق جسے ابتک بالکل لاعلاج سمجھا جاتا تھا، اُن کا ایک

نہایت سادہ و آسان طریقۂ علاج ان مضامین مین بتایا گیا ہے، مقالہ نگار موصوف کا بیان ہے کہ سوئیزرلینڈ کے ڈاکٹر رولیر نے کوہستان الپ کے کسی مقام پر ایک دار الصحت بنایا ہے، اور وہان محض صاف ہوا اور روشنی کے ذریعہ سے مدقوق اشخاص کا علاج کرتے ہین، اور اسمین کامیاب رہتے ہین، طریقۂ علاج صرف یہ ہے کہ پہلے دن مریض کے پاتابہ اتار کر اسکے پیرون کو پانچ منٹ تک دہوپ کی پوری روشنی مین رکہا جاتا ہے، اور دوسرے روز دس منٹ تک، تیسرے روز ساری ٹانگون کو برہنہ کرکے پانچ منٹ پوری دہوپ مین رکہا جاتا ہے، اور چوتھے روز دس منٹ تک، اسی طرح تدریجاً دو ہفتہ مین سارے جسم کو روزانہ تین گہنٹہ سے لیکر چھ گہنٹہ تک غسل آفتاب دیا جانے لگتا ہے، اور دیکہتے دیکہتے مریض اچھا ہوجاتا ہے، ڈاکٹر موصوف نے جلد پر آفتاب کی روشنی پڑتے رہنے کے اور بھی بہت سے فواید تحریر کیے ہین۔

عورت و مرد کے قواے جسمانی کا باہمی تناسب مدت سے زیر بحث چلا آتا ہے، حال مین امریکہ کے ڈاکٹرون نے تجربات کرکے اسکا پتہ لگایا ہے کہ اوسطاً ہر مرد اور ہر عورت مین کتنی قوت پائی جاتی ہے، ان تجربات کی تفصیل سائنٹفک رسالون مین شایع ہوئی ہے، خلاصۂ نتایج جو غالباً مرد اور عورت کے تفوق قوی کی دیرینہ بحث کے تصفیہ کے لئے بالکل کافی ہے، یہ ہے کہ ہر گہنٹہ مرد و عورت کے جسم سے مندرجۂ ذیل مدارج قوت کا اخراج ہوتا رہتا ہے، اور انہین کے مطابق دونون کا ذخیرۂ قوت سمجھنا چاہیئے:۔

	مرد	عورت	
حالت سکون مین	۱۰۰	۶۱	کیلوری
ہلکی ورزش مین	۷۰	۲۴	"
تیز ورزش مین	۱۳۰	۳۹	"
محنت شاقہ مین	۲۰۰	۶۰	"
انتہائی و غیر معمولی محنت شاقہ مین	۴۵۰	۱۲۵	"

(کیلوری: ایک خاص پیمانۂ وزن حرکت و قوت کا نام ہے) قواے جسمانی کے اعتبار سے مرد کا عورت سے کئی گنا بڑہا ہونا ان تجربات سے بالکل واضح ہے۔ (پاپولر سائنس)

ریلون مین سیاحون کی گاڑیان خاص طور سے بڑی، وسیع، و آراستہ ہوتی ہین، معلوم ہوا ہے کہ اس حیثیت سے دنیا مین سب سے بڑی اور آرام دہ گاڑی شاہ بلجیم کے پاس ہے، انکی گاڑی کا اگلا حصہ معمولی گاڑیون کی طرح ہے، البتہ پچھلا حصہ ایک بڑا لانبا دُم چھلا ہے، جسمین پندرہ اشخاص کے رہنے کے اور دس اشخاص کے سونے کی گنجائش ہے، اور باورچیخانہ، خواب گاہ، طعام گاہ سب کچھ موجود ہے۔ (ایضاً)

دنیا مین سب سے کم تعداد مین موٹر کار لائبیریا مین ہین، جہان آبادی کے ڈہائی لاکھ افراد کے پیچھے ایک موٹر کا پرتہ پڑتا ہے، اسکے مقابلہ مین بعض دیگر متمدن ممالک مین آبادی اور موٹرون کا تناسب حسب ذیل ہے:۔

برطانیہ مین ہر ۱۱۰ نفوس پر ایک موٹر کا پرتہ بیٹھتا ہے۔

کیوبا	"	۹۴	"	"
اسٹریلیا	"	۶۴	"	"
نیوزیلینڈ	"	۴۱	"	"

کناڈا ؍؍ ۲۱ ؍؍ ؍؍

امریکہ (ممالک متحدہ) ۱۱ ؍؍ ؍؍

(ٹائمز)

امریکہ سے زیادہ اسوقت دنیا کے کسی ملک مین موٹرون کی افراط نہین، جہان کی آبادی مین ہر گیارھوان شخص ایک موٹر رکھتا ہے، انگلستان مین سرکاری اعداد کے بموجب موٹرون کی تعداد ۱۴۵۵۰۰ ہے، اسکے مقابلہ مین امریکہ مین اُن کا شمار ۲۲۱۲۹۷۸ ہے! دنیا کے موٹرون کی مجموعی تعداد مین ۸۲ فی صدی صرف امریکہ مین ہین، امریکہ کے بعض بعض شہرون مین ہر پانچ آدمیون مین ایک ایک موٹر کا اوسط پایا گیا ہے۔

(ایضاً)

ایک انگریز موجد مسٹر ارنسٹ ویلش نے، جواب سے قبل متعدد چیزین ایجاد و اختراع کر چکے ہین، حال مین دعویٰ کیا ہے کہ وہ عنقریب ہوائی جہازون، طیارون وغیرہ کو ایک خاص قسم کے غلاف سے ڈھک کر غیر مرئی بنا دینگے، یہ غلاف ایک جدید دہات کا ہوگا، جو بالکل شفاف مثل شیشہ کے ہوگا اور جسے وہ آجکل تیار کر رہے ہین، انگلستان کے ماہرین سائنس، مثلاً ڈاکٹر ارزبین، ڈائرکٹر نیشنل فزیکل لیبوریٹری وغیرہ ابتک اس دعویٰ کی صحت کے قایل نہین، یہ لوگ کہتے ہین کہ اس قسم کی مصنوعی دہات تیار کرنا ناممکن ہے۔

انگلستان کے ایک موضع مین چند کاشتکار ہل چلا رہے تھے کہ زمین مین کوئی سخت چیز محسوس ہوئی، کھودنے پر ایک مٹی کا گھڑا نکلا، اسکے اندر ایک کرچ کی تھیلی تھی، اسمین اسکاٹ لینڈ کے قدیم

نقرئی سکے دو سو کی تعداد مین برآمد ہوئے، جنکا زمانۂ ضرب سنہ ۱۳۲۰ء و سنہ ۱۴۲۶ء کے درمیان ہے، اس حساب سے یہ سکے پانچ صدیون سے زیادہ قدیم نکلے،

رایل جیوگرافیکل سوسائٹی (لندن) کے سامنے اسکے پریسیڈنٹ سر فرانسس ینگ ہسبنڈ نے ایک تازہ لکچر مین بیان کیا کہ کوہ ایورسٹ کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے اس سال جو جنوبی مہم روانہ کیگئی تھی، اُسکو مدت معینہ کے اندر پوری کامیابی رہی، اور محققین جغرافیہ اسکے اس شمالی و مشرقی گوشہ تک پہنچگئے، جہان سے چوٹی کا فاصلہ صرف چھ ہزار فٹ باقی رہجاتا ہے، اور اُمید ہے کہ سال آیندہ کے موسم گرما مین یہ معرکہ بھی بغیر کسی غیر معمولی مانع کے سر ہوجائیگا، تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایورسٹ پر چڑھائی کے لئے بہترین موسم ماہ مئی و جون کا ہوتا ہے، سال آیندہ وفد کے بعض ارکان بالکل جدید ہونگے، اور سالار قافلہ بھی جدید منتخب کیا جائیگا، اور دارجلنگ سے وفد کی روانگی ۲۱-مارچ کو عمل مین آئیگی،

وفد مذکور نے علاوہ اپنے مقصود اصلی کے ضمناً بھی متعدد مفید و اہم کام انجام دیئے، مثلاً دو ارکانِ وفد میجر مورشد و کپتان وہیلر نے ۱۳۰۰۰ مربع میل کے رقبہ کی جو ابتک نامعلوم تھا، پیمائش کرڈالی اور حوالیِ ایورسٹ کے بہت سے فوٹو لیلئے، ایک رکن مسٹر ولاسٹن اس خطہ کے حیوانات، حشرات الارض، طیور و نباتات وغیرہ کے متعلق معلومات کا کافی ذخیرہ فراہم کرکے لائے ہین، ایک اور رکن ڈاکٹر ہیرون نے ماہر ارضیات کی حیثیت سے کوہ ایورسٹ و دریاے برہم پتر کے درمیانی علاقہ کی پیمائش کرلی، اور خود میر وفد کرنل بوری نے مناظرِ فطرت وغیرہ کے متعلق بہت سے فوٹو جمع کرکے انگلستان ارسال کئے ہین، مصارف وفد کی میزان علاوہ اس رقم کے جو سرکار ہند نے پیمائش پر صرف کی پانچ ہزار پونڈ (پچاس ہزار روپیہ) رہی، یہ وفد ۲۰ ستمبر کو لندن واپس پہنچا ہوگا۔

ادبیات

بازیٔ ازل

جناب جوش ملیح آبادی

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

ای شوخ ازل سے تیری شوخی کو مانتا ہون — اکسیر گر کبھی ہون، گہہ خاک چھانتا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

گھٹ کر کبھی ہون ذرہ، بڑھکر کبھی ہون سورج — آج ابتدا کا جلوہ، کل شان انتہا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

وادی معصیت مین ہرکرہ ہون تیرگی کا — میدان معرفت مین خورشید حق نما ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے مین خوب جانتا ہون

مین مرجع فراغت، مین ساز و برگ عسرت — مین غرق عیش و عشرت، مین درد آشنا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

خشکی کبھی، کبھی مین کف وردہان سمندر — گہ کشتی شکستہ، گہہ سعی ناخدا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

آج آئینہ مراد کا، کل گرد بیقراری — آج آفت زمانہ، کل خاک نقش پا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

آج آفتاب عزت، کل ذرۂ حقارت — آج انتہاے صحت، کل درد لادوا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

میری بھی کوئی ہستی آندھی کی زد پہ شعلہ — میری کوئی حقیقت دم بھر مین کیا سے کیا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

کانٹے اگر بچھے ہین، پروا نہین ہے مجھکو — ذوقِ رہِ طلب مین طوفان ہون بلا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

جا اور جاکے دھوکے دے اور ہی کسی کو — اچھی طرح مین تیری چالین سمجھ چکا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

سختی و ناخوشی کی طے کر چکا ہون راہین — اک آنچ کی کسر ہے اکسیر ہو چلا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

چھوڑونگا مین نہ دامن کتنا ہی تو چھڑاے — مین جوش ہون، مین جوش اسرار آشنا ہون

تو مجھسے کھیلتا ہے، مین خوب جانتا ہون

غزل

جناب اصغر حسین صاحب اصغر

ہزار جامہ دری صد ہزار بخیہ گری — یہان ہے بیخبرے سب کچھ شمار بیخبری

قرار سینۂ سوزان ہے شغل جامہ دری — سکون شورش پنہان ہے نالۂ سحری

مزاج عشق بہت معتدل ہے ان روزون — جگر مین آگ دہکتی ہے آنکھ مین ہے تری

یہ ڈر ہے ہر بن مو اب لہو نہ دے نکلے — کچھ ایسے زور پہ ہے آج کاوشِ جگری

انٹھا ہے درد، رگِ جان ہے تشنۂ نشتر — مجھے ہے آج تلاشِ کمالِ چارہ گری

جو مجھ پہ گذری ہے شب بھر وہ دیکھلے ہمدم — چمک رہا ہے مژہ پر ستارۂ سحری

غرض نشاط و الم سے فقط تماشا ہے — کہ یہ مناظرہ، اور مین ہون رہ گذری

نہ مدعا کوئی میرا، نہ کچھ ہراس مجھے — کہ عاشقی ہے فقط بیدلی و بے جگری

وہی ہے عشق، وہی ہے کشش، وہی حرکت — یہ ہے صحیفۂ قدرت مین میری دیدہ وری

کچھ اسطرح ہوئین عاجز نوازیان اُسکی — کہ میری آہ کو ہے، اب تلاش بے اثری

تری نگاہ کے صدقے یہ حال کیا ہے مرا — کمال ہوش کہون یا کمال بے خبری

کرم کچھ آج ہے ساقی کا وہ طرب انگیز — کہ جرعہ جرعہ ہے موجِ ترنمِ سحری

غضب ہوا کہ گریبان ہے چاک ہونیکو — تمہارے حسن کی ہوتی ہے آج پردہ دری

اس آستان سے اٹھائی نہ جبین مین نے — حرم مین سجدۂ پیہم تھی ایک دربدری

نہ جائیے مری بگڑی ہوئی اداؤن پر — کہ عاشقی مین مری حسن کی ہے جلوہ گری

جو شوخیون سے لیا ہے جمالِ بے تابی — تو جوشِ حسن سے پائی ادائے جامہ دری

لئے ہین زلف سے آشفتگی کے کل انداز — نگاہِ مست سے پہنچا ہے حسن بے خبری

بابُ التقریظِ والانتقاد

نفس اللغه

اُردو کا ایک لغت فارسی مین

مصنفہ رشک مرحوم لکھنوی

شیخ ناسخ مرحوم کا وجود درحقیقت اُردو زبان کی قدیم شریعت کا ناسخ، اور ایک جدید شریعت کا بانی تہا، جو ارباب کمال ان کے دامن فیض مین پل کر جوان ہوئے، ان مین ایک میر اوسط علی رشک ہین، ان کا اصلی وطن اودھ کا قدیم پایہ تخت فیض آباد تہا، لیکن جیسا کہ سب کو معلوم ہوا کہ نوابان اودھ نے جب فیض آباد چھوڑ کر لکھنؤ کو اپنا دار الحکومت بنایا، تو ناچار دیارِ علم کے شہر یارون کو بھی اپنا پایہ تخت لکھنؤ بنانا پڑا، ان مین رشک مرحوم کا خاندان بھی تہا، ان کے والد سید سلمان کا سنہ ۱۲۱۹ھ مین انتقال ہوا،

کانپور اس زمانہ مین نیا نیا انگریزی شہر بنا تہا، اسلئے اکثر اہل ذوق یہان آیا جایا کرتے تھے، خود ناسخ بھی یہان آکر رہے تھے، رشک بھی سنہ ۱۲۳۲ھ مین کانپور رہتے، الٰہ آباد مین بھی انکی اقامت تھی، مگر لکھنؤ وطن تہا، اور شعر و سخن کا رنگ انکی شاعری نے لکھنؤ ہی کی نسبت سے فروغ پایا۔

لکھنؤ کے اکثر شعراء کی طرح رشک بھی کئی دیوانون کے مالک تھے، سنہ ۱۲۵۳ھ مین اُن کا پہلا دیوان "نظم مبارک" اور سنہ ۱۲۶۱ھ مین دوسرا "نظم گرامی"، سنہ ۱۲۶۱ھ مین شائع ہوا، یہ دونون انکی زندگی مین چھپے، تیسرا ایک اور مجموعہ تیار تہا، جو ضائع گیا، لیکن اُنکی تصنیفات مین جو چیز آیندہ نمایان جگہ لیگی وہ ان کا لغت نفس اللغہ ہے۔

پہلے لوگون کو تاریخی فقرون اور نامون سے اسقدر دلچسپی اور دل آویزی تھی کہ ان کے پیچھے بڑے بڑے فصحا بھی اپنے سرمایۂ فصاحت سے دست بردار ہوجانے کو تیار ہوجاتے تھے، چنانچہ اس لغت کا نام نفس اللغۃ رکھا جانا جسکے معنی "جان لغت" سمجھے گئے، اس امر کا شاہد ہے ورنہ اس ناموزون نام کے اختیار کرنے کا کوئی اور معنوی سبب نہ تھا، نفس اللغۃ کے لفظ سے سنہ ۱۲۵۶ھ کی تاریخ نکلتی ہے، جو اس لغت کا سال تصنیف ہے، یعنی آج سے ۷۶ برس پیشتر، اس زمانہ مین تصنیف و تالیف کی زبان فارسی تھی، چنانچہ یہ اردو لغت بھی مصنف نے فارسی مین لکھا، اردو کے محاورات اور لغات لکھکر فارسی مین اسکے معنی اور تشریح لکھے ہین، لیکن یہ فارسی ہندوستانی فارسی ہے، اسلئے آج بھی ہندوستان مین جو لوگ فارسی کی "شُد بُد" رکھتے ہین وہ اسکو آسانی سے سمجھ لین گے،

معلوم ہوتا ہے کہ اس لغت نے مصنف کی زندگی ہی مین مقبولیت حاصل کرلی تھی، چنانچہ وہ خود کہتا ہے:

پروائے حرف گیری اہل سخن نہین اے رشک مستند جو کتاب لغت ہوئی

اس کتاب کے ناشر (پبلشر) صاحب ہمکو خط لکھتے ہین کہ اس کتاب کا ذکر تذکرون مین ملتا ہے، مگر اصل کتاب نہین ملتی تھی، اتفاق سے انکو مرحوم واجد علیشاہ کے کھنڈر مٹیا برج کلکتہ سے ایک نسخہ ملا ہے جسکو انھون نے چھاپکر شایع کیا ہے، اردو زبان مین اسی قسم کا سب سے پرانا لغت لغاتِ ہندی ہے، جسمین ہندی (اردو) الفاظ کے فارسی مین معنی لکھے ہین مصنف کا نام معلوم نہین، سنہ ۱۰۴۵ھ مین تصنیف ہوا ہے کتبخانۂ آصفیہ حیدرآباد مین اسکا قلمی نسخہ ہے، دوسری کتاب مرزا طپش کی شمس البیان فی مصطلحات ہندوستان ہے، ندوہ کے کتبخانہ مین اسی قسم کا ایک اردو لغت فارسی زبان مین قلمی موجود ہے تصنیف مصنف کے نام اسوقت مطلق ذہن مین نہین ہین،

بہرحال اس حیثیت نظر لغت کے چھاپنے کی کوشش بھی ہمارے بہترین شکریہ کی مستحق ہے،

یہ کتاب دہین سے چھپکر شایع ہوئی ہے جہان سے اسکو چھپکر شایع ہونے کا استحقاق تھا، محسن کاکوری مرحوم کے خلف الرشید مولوی نور الحسن صاحب بی، اے، ال، ال بی نیر کاکوروی، ایڈیٹر ادیب اردو و جامع نور اللغات کے دفتر سے یہ کتاب چھپی ہے، مولوی حامد حسن صاحب علوی ندوی نشتر نبیرۂ حضرت محسن نے اسکی تہذیب و ترتیب کی خدمت انجام دی ہے، بالفعل صرف پہلا حصہ چھپا ہے، جو ڈیڑھ سو صفحون پر مشتمل ہے، اور جسمین الف سے ت تک کے الفاظ ہین، جامع (ایڈیٹر) نے یہ تصریح نہین کی ہے کہ پوری کتاب کتنے صفحات یا کتنی جلدون مین تمام ہوگی، اسلئے یہ نہین بتایا جاسکتا کہ کل کی ضخامت کیا ہوگی؟

آغاز کتاب مین نشتر صاحب نے جو اسکے جامع (ایڈیٹر) ہین، ۲۱ صفحون کا ایک فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے، جسمین خود مصنف کے کلام سے مصنف کے کچھ حالات جمع کئے ہین، نیز کلام کے تتبع اور اشعار کی تلاش سے بہ ترتیب ہجی یہ دکھایا ہے کہ رشک نے محاورات کی بندش اور لغات کے استعمال مین یہ اشعار کہے ہین، تاکہ وہ متداول ہوجائین اور عام زبانون پر چڑھ جائین، اس مقدمہ مین صرف اسقدر کمی ہے کہ نفس لغت پر کچھ نہین لکھا ہے۔ جسکی ضرورت تھی،

رشک مرحوم نے اس لغت مین یہ کیا ہے کہ سر سطر پر اردو کا لغت لکھا ہے، اسکے بعد "ف" لکھکر مرادف فارسی لفظ لکھا ہے، اور کہین کہین "ع" لکھکر اسکا عربی مرادف بھی لکھدیا ہے، اور کہین پوری عبارت مین اسکی تشریح کی ہے، زیادہ تر خالص ہندی الفاظ جو اردو مین مستعمل ہین انھین کو لیا ہے، فارسی الفاظ جو اردو مین مستعمل ہین انکو بہت کم لیا ہے، اور عربی کمتر، اور یہ ایک لحاظ سے اچھا کیا ہے، کہ عربی و فارسی الفاظ کے تو سیکڑون لغات ہین، اردو ہندی الفاظ مین بھی محاورات، روزمرے، عام لغات، مصادر، افعال سب کو شامل کرلیا ہے،

افسوس ہے کہ کتاب مین کاغذ اچھا اور مضبوط نہین لگایا گیا ہے، لغت حوالہ کی کتابون (ریفرنس بکس) مین سے ہے، جسکی ہروقت ضرورت رہتی ہے، مگر ورق اور بوداکا غذ زیادہ دن نہین ٹھہر سکتا، کاش صاحب مطبع

آیندہ اچھا کاغذ لگائین، کتابت اچھی ہے مگر دو خط ہو گیا ہے، کچھ دور تک تو خط موٹا ہے اور سطرین ۱۹ ہین آگے بڑھکر خط پتلا اور سطرین ۲۵ کر دی ہین، پھر ایک لغت کی کتاب کی ایک جلد صرف ۱۵۰ صفحون مین ختم کر دینا مناسب نہ تھا، ضخامت تین چار سو صفحون کی تو ہوتی، شاید اشاعت کی مالی مجبوریون نے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہوگا، امید ہے کہ اردو زبان کے قدر دان اس پہلی جلد کو خرید کر مطبع کی ہمت بڑہائینگے، کہ وہ آنے والی جلدون کو اُن کے مذاق کے مطابق مہیا کرسکے، قیمت ایک روپیہ،

پتہ: نیر پریس پاٹا نالہ، لکھنؤ،

سیرۃ عائشہ

از سید سلیمان ندوی

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی، قرون اولی کی خانہ جنگیون کے اصلی اسباب، اور اُم المومنین کے فضائل و مناقب، اور ان کے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ، ضخامت ۳۵۰ صفحے، قیمت عہ،

"منیجر"

روح الاجتماع

ترجمۂ مولانا محمد یونس صاحب فرنگی محلی

فلسفۂ اجتماع پر لیبان کی بہترین تصنیف کا سلیس اور عمدہ ترجمہ، اس زمانہ مین خاص طور سے پڑھنے کی چیز ہے، قیمت عہ،

منیجر

مطبوعات جدیدہ

صرفِ لطیف، جناب مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب رحمانی سابق مدرس دار العلوم ندوۃ العلما و مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ وحال استاذ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، نے اس نام سے تین حصون مین عربی صرف کے قواعد اردو زبان مین لکھے ہین، جناب مولانا ممدوح سے چونکہ جامع معارف کو تلمذ کا شرف بھی حاصل ہے، اسلئے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مولانا کو آغاز تدریس سے اسکی کاوش رہی ہے کہ عربی صرف و نحو کے قواعد کو آسان تر کیا جائے، اور انکی ترتیب و تنسیق ایسی منطقی رکھی جائے کہ وہ سمجھ مین جلد آجائین، اور پرانی مشکلین رفع ہوجائین، پہلا حصہ گویا میزان کا، دوسرا منشعب کا اور تیسرا پنج گنج و زبدہ وغیرہ کا قائمقام ہے، ہمارے ہان عربی مدارس مین بچون کو ابتک ابتدائی صرف و نحو کی کتابین فارسی مین پڑھائی جاتی ہین، اب یہ طریقہ سخت اصلاح طلب ہے لیکن مولویون کو ابتک میزان کی بدمزہ عبارت پسند ہے، بہرحال اگر عربی مدارس مین یہ یا اسی قسم کی کتابین چل جائین تو یقین ہے کہ ہمارے عربی خوان بچے ہمکو بہت بہت دعائین دین، مصنف نے علاوہ آسان طریقۂ تفہیم اور بہتر اور جامع قواعد کلیہ، اور حسن تنظیم و تنسیق کے یہ لحاظ بھی رکھا گیا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ زیادہ آئین، تینون رسالے نہایت مختصر ہین، اول ۱۵، دوم ۲۸ سوم ۴۰ صفحون کا ہے، قیمت ہر سہ حصہ ۸،

پتہ: مطبع رحمانی، منصورپور، مونگیر، (بہار)

نحوِ لطیف، اسی طریق پر یہ نحو کا حصہ ہے، جسمین مصنف نے اسکا نہایت التزام کیا ہے کہ قواعد کی مثالین قرآن مجید کی آیتون سے دیجائین تاکہ طلبہ قرآن مجید کے سمجھنے پر جلد قادر ہوسکین، ۱۳۲ صفحے قیمت ۱۰، یہ بھی اسی مطبع سے ملیگی،

لغات کبیر، حکیم کبیر الدین صاحب پروفیسر طبیہ کالج دہلی نے اپنی طبی لغت کا اب یہ دوسرا حصہ شائع

کیا ہے، اسمین عربی، فارسی، یونانی، ہندی دواؤن کے نام لکھے ہین، اور اردو مین انکی تشریح دوسری زبان کے مرادف نام سے کردی ہے، اور کہین کہین بضرورت زیادہ تشریح بھی درج کردی ہے، لکھائی چھپائی عمدہ ہے، ضخامت ۴۲ صفحات، قیمت ۸ر پتہ: مینجر طبی کتبخانہ زبدۃ الحکما، حکیم محمد کبیر الدین صاحب پروفیسر طبیہ کالج دہلی۔

منافع کبیر، مصنف ممدوح کی یہ دوسری طبی تصنیف علم منافع الاعضاء (فزیالوجی) پر ہے، جسمین تمام اعضا کے افعال و وظائف کی قدیم و جدید طب کی مجموعی تحقیقات کے مطابق تشریح کیگئی، اور یہ بتایا گیا ہے کہ بدن مین کس عضو کو فطرت نے کس غرض سے بنایا ہے، اور اسکے کیا کام ہین، آخر مین قارورہ کے شناخت کے سہل طبی طرق امتحان بتائے ہین، کتاب مفید اور ضروری ہے، اور اردو زبان کے خزانہ مین بالکل نیا اضافہ ہے، ضخامت ۳۲۳ صفحے، قیمت ۸ر، پتہ اوپر لکھا ہے،

داغ جگر، جناب جگر مرادابادی جنکے جواہر سخن کو ملک کے نقادان کلام کے روبرو پیش کرنے مین معارف نے سبقت کی ہے، یہ انکے غزلیات اور بعض دوسری نظمون کا مجموعہ ہے، جناب جگر کی سحرانہ قدرت اور شیرین بیانی اور شاعرانہ لطافتِ روحی اور معنی آفرینی کے نمونے ان صفحات مین بارہا پیش ہوچکے ہین اور ہمارے ناظرین ان سے لطف اندوز ہوچکے ہین، یہ مجموعہ ۸۰ صفحون پر مشتمل ہے، جسمین بیشتر منتخب غزلیات اور آخر مین متفرق اشعار اور ایک مثنوی ہے، آغاز مین مرزا احسان صاحب بی، اے، ال، ال بی نے دیوان پر ۴۴ صفحون مین ایک مبسوط تقریظ لکھی ہے جسمین جگر کے محاسن کلام پر ادیبانہ طرز و اسلوب کے ساتھ تبصرہ کیا ہے، ہم قدردانان شعر و سخن اور شناسان ادب و انشا سے سفارش کرینگے کہ وہ اس مجموعہ کے مطالعہ سے بہرہ مند ہون، قیمت ۸ر،

پتہ: مرزا احسان صاحب وکیل اعظم گڈہ،

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہو